ظہور 1351 ہش
اگست 1972ء

سیّد عبدالحی شاہد ایم۔اے

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا

سالانہ اجتماع

مؤرخہ ۵-۶-۷ اخاء/اکتوبر بروز جمعرات ، جمعہ ، ہفتہ

مجالس کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز نے خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے تیسویں سالانہ اجتماع کے لئے ۵-۶-۷ اخاء ۱۳۵۱ ہش (بمطابق ۵-۶-۷ اکتوبر) بروز جمعرات - جمعہ - ہفتہ کی تاریخیں منظور فرمائی ہیں ۔ مجالس اور خدام کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنے سالانہ اجتماع میں شامل ہونے کے لئے ابھی سے تیاریاں شروع کر دیں ۔

معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
اِسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں"
الہام المسیح الموعودؑ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
المصلح الموعودؓ

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۸	ظہور ۱۳۵۱ھش	شمارہ ۱۰

اگست ۱۹۷۲ء

فہرست

پبلشر:۔ محمد شفیق قیصر
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ "خالد"
دار الصدر جنوبی ربوہ

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

شکست خوردہ ذہنیّت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ ھَلَکَ النَّاسُ فَھُوَ اَھْلَکُھُمْ۔ (مُسلم)

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص دوسرے لوگوں کے متعلق کہتا ہے کہ وہ ہلاک ہوگئے تو ایسا شخص خود یہ بات کہہ کر انہیں ہلاک کرتا ہے (یا یہ کہ ایسا شخص خود اُن سے زیادہ ہلاک شدہ ہوتا ہے)۔

تشریح:۔ یہ حدیث ایک عظیم الشان نفسیاتی نکتہ پر مبنی ہے جسے آجکل کی اصطلاح میں احساس کمتری (انفیریاریٹی کامپلکس) یا شکست خوردہ ذہنیت (ڈیفی ٹسٹ مینڈنسی) کا نام دیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں امید و رجا اور خود اعتمادی اور عزت نفس کے جذبات کو بیدار کرکے اُوپر اُٹھانے اور بلند کرنے کی کوشش کرو نہ کہ احساس کمتری اور شکست خوردہ ذہنیت کے ذریعہ مایوسی اور پست ہمتی پیدا کرکے انہیں قعرِ مذلت میں گرانے کا رستہ کھولو......

اس معاملہ میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا مبارک اسوہ یہ تھا کہ جب ایک دفعہ صحابہؓ کی ایک پارٹی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جنگی مہم پر بھیجا تھا میدانِ جنگ سے بھاگ کر مدینہ میں واپس پہنچ گئی تو اس خیال سے کہ اسلام میں دشمن کے سامنے سے بھاگنا حرام ہے اُن پر ایسی شرم اور ندامت غالب تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آتے تھے۔ جب آپ نے انہیں مسجد کے ایک کونہ میں منہ چھپا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ اُن کی طرف گئے اور انہیں آوازہ دیکر پکارا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے شرم کی وجہ سے آنکھیں نیچے کیے ہوئے عرض کیا کہ نحن الفرارون "یارسول اللہ ہم بھگوڑے ہیں!" آپ نے اُن کی شکست خوردہ ذہنیت کو بھانپ کر فوراً جواب دیا کہ لا بل انتم العکارون وانا فئتکم "یعنی نہیں نہیں تم بھگوڑے نہیں ہو تم تو زیادہ زور سے حملہ کرنے کے لئے پیچھے ہٹے تھے اور تم کسی غیر کے پاس نہیں گئے بلکہ میرے پاس آئے ہو جو تمہارا قائد ہوں کہ تمہیں پھر میدانِ جنگ میں لے جانیوالا ہوں"۔ پستی میں لڑھکتے ہوئے اور احساس کمتری کی لہر دل میں تھپیڑے کھاتے ہوئے نوجوانوں کے کانوں میں آپ کی یہ رُوح پرور آواز پہنچی اور وہ ایک جست کے ساتھ آگے بڑھے اور آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھوں میں لے کر خوشی سے چومنے لگ گئے یہ وہ درس حکمت ہے جو ہمارے آقا فداہ نفسی نے اپنے صحابہؓ کو عملاً دیا اور جس کی آپ نے اُوپر کی حدیث کے ذریعہ قولاً تلقین فرمائی ۔

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خلق اللہ سے ہمدردی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی شخص کا دشمن نہیں ہوں اور میرا دل ہر انسان اور ہر قوم کی ہمدردی سے معمور ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدہ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف اُن باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے۔ اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور بد اخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔" (اربعین نمبر ۱ صفحہ ۲)

یہ ایک محض زبانی دعویٰ نہیں تھا بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں گزرتا تھا اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ خدا کا یہ بندہ کیسے ارفع اخلاق کا مالک ہے کہ اپنے دشمنوں تک کے لئے حقیقی ماؤں کی سی تڑپ رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ جو آپ کے مکان ہی کے ایک حصہ میں رہتے تھے اور بڑے ذہین اور نکتہ رس بزرگ تھے روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں پنجاب میں طاعون کا دَور دَورہ تھا اور بیشمار آدمی ایک ایک دن میں اس موذی مرض کا شکار ہو رہے تھے انہوں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علیحدگی میں دعا کرتے سنا اور یہ نظارہ دیکھ کر محوِ حیرت ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

"اس دعا میں آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح آستانہ الٰہی پر گریہ و زاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بیقرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوقِ خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کے لئے دعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ الٰہی! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔" (سیرت حضرت مسیح موعود شمائل و اخلاق حصہ سوم صفحہ ۳۹۵ مؤلفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

ذرا غور کرو کہ آپ کے مخالفوں پر ایک عذابِ الٰہی نازل ہو رہا ہے ... مگر پھر بھی آپ مخلوقِ خدا کی ہلاکت کے خیال سے بے چین ہو جاتے ہیں اور خدا کے سامنے تڑپ تڑپ کر عرض کرتے ہیں کہ خدایا! تو رحیم و کریم ہے تو اپنی مخلوق کو اس عذاب سے بچا لے اور ان کے ایمان کی سلامتی کے لئے اپنی جناب سے رستہ کھول دے۔ (سیرت طیبہ لیکچر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

حضرت المصلح الموعودؓ کا ایک ضروری ارشاد

"اگر ہماری جماعت کے نوجوان مضمون نویسی کی مشق کریں تو وہ بڑے اچھے مضمون نگار بن سکتے ہیں۔ اس کیلئے شروع میں وہ اتنا ہی کریں کہ کوئی چٹکلہ ذہن میں آجائے تو وہی لکھ کر "خالد" میں بھجوا دیں .... اگر ہر نوجوان یہ سمجھ لے کہ میں نے بھی کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا ہے تو اس سے ایک تو اُسے لکھنے کی مشق ہوگی دوسرے اس کے نتیجہ میں رسالہ بھی دلچسپ ہو جائے گا۔ مثلاً وہ یہی لکھ دے کہ فلاں مولوی نے مجھ سے یہ بات پوچھی تھی مگر مجھے اس کا جواب نہیں آیا۔ اس کے لئے رسالہ والے ایک 'سوال و جواب' کا عنوان قائم کر دیں جس کے نیچے اس قسم کے سوالات درج ہو جایا کریں اور پھر دو دو تین تین سطروں میں ہر سوال کا جواب دیا جائے۔ پس اگر اور کچھ نہ لکھ سکو تو اتنا ارادہ ہی کر لو کہ ہم نے رسالہ میں کوئی نہ کوئی سوال ضرور بھجوانا ہے۔ اس کے بعد جب رسالہ میں تمہارے سوال کا جواب آجائیگا تو لازماً تمہیں اپنے رسالہ سے دلچسپی پیدا ہو جائیگی۔ پس "خالد" سے تم کم سے کم اتنا فائدہ تو اٹھاؤ کہ سوالات لکھ کر بھجواؤ یا دلچسپ واقعات ہوں تو وہی بھجوا دیے ... پس اگر تم نے "خالد" جاری کیا ہے تو اس کی خریداری بڑھاؤ۔ دوسرے ہر نوجوان کا یہ فرض قرار دو کہ وہ اس پرچہ میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھے اور اگر کوئی خادم سال بھر میں بھی کچھ نہ لکھے تو اسکے متعلق یہ سمجھا جائے کہ اُس نے اپنے فرض کو ادا نہیں کیا۔" (فرمودہ ۷ر نومبر ۱۹۵۴ء از رسالہ خالد نومبر ۱۹۵۵ء)

انعامی مقابلہ

ادارہ "خالد" آئندہ سے ہر ماہ مضمون نویسی کا انعامی مقابلہ منعقد کرنے کا پروگرام رکھتا ہے۔ اوّل آنے والے خادم کا مضمون ماہنامہ "خالد" میں شائع ہوگا اور ایک سال کے لئے ایسے خادم کی خدمت میں رسالہ مفت بھجوایا جائے گا۔

اس ماہ کا عنوان ہے:۔

"خالد بن ولید"

مندرجہ ذیل شرائط کو ملحوظ رکھیے:۔

۱۔ اس مقابلہ میں صرف خدام شریک ہو سکتے ہیں۔
۲۔ مضمون دو ہزار الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
۳۔ مضمون کی زبان شستہ ہو، نفسِ مضمون میں جدت ہو اور ماخذ کے حوالے دیئے جائیں۔
۴۔ یہ مضامین اگلے ماہ کی یکم تک مرکز میں پہنچ جانے چاہئیں۔ (ادارہ)

جناب ثاقب زیروی
ایڈیٹر ہفت روزہ "لاہور"

آزادیٔ وطن

لہو بھی نذر کیا عظمتِ وطن کیلئے
کئی چراغ جلائے اس انجمن کیلئے

جلائے دام بلاخیز آتشِ دل سے
قفس بھی توڑے ہیں آزادیٔ چمن کیلئے

خدا کے واسطے سوچو تو میرے ہمسفرو
متاعِ سوزِ سفر اور راہزن کیلئے

جو توڑ دے غمِ حالات کی چٹانوں کو
وہ ایک تیشہ بھی ہے دستِ کوہکن کیلئے

خزاں کا عہد ہمیشہ گزر ہی جاتا ہے
بہار آتی ہے شادابیٔ چمن کیلئے

اُفق نے جس کو تراشا ہے محفلِ شب سے
یہی ستارہ تو ہے صبحِ ضوفگن کیلئے

سنبھل سنبھل کے اُٹھاؤ قدم میرے یارو
یہ رہگزار کٹھن ہے نئے چلن کیلئے

وہ لوگ زندۂ جاوید ہو گئے ثاقب
ہوئے شہید جو آزادیٔ وطن کیلئے

جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ اشاعتِ اسلام

لندن ۱۴؍ جولائی (آصف جیلانی نمائندہ جنگ) افریقہ میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے رومن کیتھولک اور دیگر مکتبِ خیال کے عیسائی ادارے افریقہ میں اسلام قبول کرنے کے رجحان سے سخت پریشان ہیں۔ ان عیسائی مذہبی اداروں کا خیال ہے کہ اسلام بتدریج پھیلتا جا رہا ہے اور افریقہ کے مختلف علاقوں میں لوگوں کے قبولِ عیسائیت میں رُکاوٹ بن رہا ہے۔ افریقہ میں مجموعی طور پر ۴ کروڑ ۵۰ لاکھ مسلمان ہیں جبکہ عیسائیوں کی تعداد مجموعی طور پر دس کروڑ ہے۔ اور دس کروڑ سے زائد افریقی ایسے ہیں جن کا کوئی مذہب نہیں اور جنہیں تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ سابق بلجیمی کانگو کے شہر زائر اور افریقہ کے دیگر علاقوں میں تبلیغی کام کرنے والے عیسائی مشنریوں نے پوپ پال کو اس صورتِ حال سے آگاہ کیا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ پوپ پال اس سلسلے میں اہم اقدامات کر رہے ہیں۔ تاکہ عیسائی تبلیغی مہموں کی ناکامی کا ازالہ کیا جاسکے۔

اس سلسلے میں اہم عوامل میں ایک یہ ہے کہ کانگو کے صدر موبوتو اور زائر میں مقیم عیسائی مشنری کے سربراہ جوزف مالولا کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے جوزف مالولا کو زائر سے روم واپس جانے پر مجبور ہونا پڑا ہے معلوم ہوا ہے کہ صدر موبوتو نے عیسائی مشنریوں سے مطالبہ کیا ہے کہ افریقی عیسائیوں کے ناموں کے اس حصہ کو ختم کر دیا جائے جس سے عیسائیت کی نشاندہی ہوتی ہے اور انکی جگہ قبائلی نام اختیار کئے جائیں تاکہ ملک کے تمام قبائل نوآبادیاتی دور کے رجحانات کو فراموش کر سکیں۔ چنانچہ خود موبوتو نے اپنے نام سے جوزف کا عیسائی نام حذف کر کے قبائلی لفظ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ اسکے علاوہ صدر موبوتو نے عیسائیوں سے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ زائر میں کانگو کی برسرِ اقتدار جماعت کی ایک شاخ قائم کی جائے۔ یہ شہر برطانوی عیسائی تبلیغی اداروں کا صدر مقام سمجھا جاتا ہے۔ ان عیسائی اداروں نے اطلاع دی ہے کہ افریقہ میں عیسائیت کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اسلام کی تبلیغ و ترویج میں نئی زندگی پیدا ہو گئی ہے خصوصاً گھانا اور نائیجیریا اور مشرقی ساحلی علاقوں میں اسلام کا اثر بڑھ رہا ہے۔ یہاں عیسائیوں کو احمدی فرقہ کے تبلیغی اداروں کا زبردست مقابلہ کرنا پڑتا ہے احمدی فرقہ کی تبلیغی کاروائیاں عیسائیت کی سخت مخالف ہیں۔ نائیجیریا میں خانہ جنگی کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ میں بڑی مدد ملی کیونکہ رومن کیتھولک عیسائی اداروں نے بیافرا کے باغیوں کی بھرپور مدد کی تھی۔" (روزنامہ جنگ کراچی ۱۸؍ جولائی ۱۹۷۲ء)

مرسلہ: محترم قریشی غلام حیدر صاحب ارشد خانپور ضلع رحیم یار خان

برطانوی وزارتِ عظمیٰ نے ۳ جون ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم کے منصوبے کا اعلان کیا تو مرسیرل ریڈکلف کو حد بندی کمیشن کا چیئرمین نامزد کیا گیا۔ ریڈکلف نے بظاہر قریباً تین دن مسلم لیگ اور کانگریس کے موقف کو سنا لیکن حقیقت یہ ہے کہ فیصلہ پہلے ہی طے پا چکا تھا ـــــ اس سلسلہ میں محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کتاب "تحدیثِ نعمت" سے دو اقتباس پیش خدمت ہیں ـــــ (ادارہ)

بدھ کی شام کو جسٹس دین محمد تشریف لائے۔ وہ بہت پریشان معلوم ہوتے تھے۔ فرمایا تم اپنی طرف سے تحریری بیان تیار کرو اور جیسے بن پڑے بحث بھی کرنا لیکن میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ یہ سب کارروائی محض کھیل ہے۔ حد بندی کا فیصلہ ہو چکا ہوا ہے اور اسی کے مطابق حد بندی ہوگی۔ میں نے پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ انہوں نے فرمایا کل جب تم لوگ چلے گئے تھے مرسیرل ریڈکلف نے ہمیں بتایا کہ وہ کل صبح ہوائی جہاز میں ارد گرد کا علاقہ دیکھنے جائیں گے۔ اس پر میں نے کہا اگر آپ حد بندی کے سلسلے میں متنازعہ علاقہ اکیلے دیکھنے جا رہے ہیں تو آپ ضرور اس معائنے سے کچھ تاثر لیں گے۔ بطور امپائر آپ کا فرض ہے کہ اپنا فیصلہ اس مواد کی بنا پر کریں جو کمیشن کے روبرو پیش کیا جائے اور جو کمیشن آپ کی خدمت میں ارسال کرے۔ اس معائنے سے جو تاثر آپ لیں گے اس کا علم کمیشن کو کس طرح ہوگا؟ سر سیرل نے کہا اس پرواز کیلئے جو ہوائی جہاز مجھے مہیا کیا گیا ہے وہ فوجی قسم کا ہے اور اس میں زیادہ سواریوں کے لئے گنجائش نہیں۔ لیکن اگر آپ پسند کریں تو آپ میں سے دو اراکین میرے ساتھ چل سکتے ہیں۔ چنانچہ طے پایا کہ ایک مسلم اور ایک غیر مسلم رکن ریڈکلف کے ساتھ جائیں۔ روانگی آج صبح والٹن کے ہوائی اڈے سے تھی۔ جب یہ سب وہاں جمع ہوئے تو فضا گرد آلود تھی پائلٹ نے کہا میں آپ کو لے تو چلتا ہوں لیکن گرد کی وجہ سے اوپر سے آپ کو کچھ نظر نہیں آئے گا اور آپ کا وقت ضائع ہوگا۔ اس پر ریڈکلف نے پرواز منسوخ کر دی۔ پائلٹ کو اس پرواز کے لئے جو تحریری ہدایات تھیں وہ میں نے دیکھی ہیں۔ تحریری ہدایات کے کاغذ پر پرواز کے لئے ایک لائن لگی ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس لائن پر پرواز کرنے کی ہدایت کی گئی ہے بالا بالا وہی حد بندی کی لائن پہلے سے طے پا گئی ہے۔ ریڈکلف کو برصغیر میں آئے ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا۔ انہوں نے کچھ دن کلکتے میں گزارے ہیں۔ پنجاب کی حد بندی کے سلسلہ میں ابھی

فریقین نے تحریری بیانات کمیشن کے روبرو پیش بھی
نہیں کیئے جن سے ریڈکلف صاحب کو معلوم ہوتا کہ
کون کون سے علاقہ متنازعہ ہیں۔ فریقین کے بیانات
سے متنازعہ علاقہ جات معلوم ہونے سے قبل ہی ان کیلئے
ان علاقوں میں ایک خاص لائن پر پرواز کرنیکا انتظام
کرنے سے یہی قیاس ہوتا ہے کہ حد بندی کے سلسلہ میں
کسی طرف سے انہیں بریف کیا جا چکا ہے اور حد بندی
کی لائن بھی تجویز کر کے ان کو دی جا چکی ہے جسکے مطابق
بہت سا ایسا علاقہ جس میں مسلمانوں کی کثرت ہے بالخصوص
ضلع گورداسپور کی تحصیلات بٹالہ و گورداسپور پاکستان
میں شامل نہیں ہوں گی۔ ایسی صورت میں جبکہ حد بندی بالا
بالا طے پا چکی ہے میرا اور منیر کا کمیشن کے ڈھونگ میں
شامل رہنا مناسب نہیں۔ میں آج رات دلی جا رہا
ہوں کل صبح قائداعظم سے مل کر یہ ماجرا اُن کے گوش گزار
کروں گا اور اُن سے اپنے اور منیر کے کمیشن سے مستعفی
ہو جانے کی اجازت طلب کروں گا۔ میں نے کہا اس واقعہ
سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حد بندی کا تعین پہلے سے
ہو چکا ہے اور کمیشن کی کارروائی محض ڈھونگ ہے۔
آپ ضرور دلی جائیں لیکن قائداعظم کی خدمت میں یہ
معاملہ پیش کرتے ہوئے یہ بات ضرور ذہن میں رکھیں
کہ وہ قانونی طبیعت کے مالک ہیں اسلئے آپ اپنے
استعفے کی بنیاد کسی قانونی عذر پر رکھیں ورنہ وہ رضامند
نہیں ہوں گے۔ جسٹس دین محمد نے پوچھا تمہارے ذہن
میں کوئی قانونی عذر آتا ہے۔ میں نے کہا آپ کہیں کہ ہم
نے سر سیرل ریڈکلف کو امپائر تسلیم کیا ہے اور ہم پر
ان کے فیصلے کی پابندی لازم ہے لیکن امپائر کا فرض ہے
کہ وہ اپنے فیصلے پر پہنچنے میں کسی دوسرے شخص کی رائے
یا مشورے سے متاثر نہ ہو۔ پائلٹ کی ہدایاتِ پرواز
سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی جانب سے امپائر کو مشورہ دیا
گیا ہے کہ صوبہ پنجاب کی تقسیم کے لئے حد بندی کی لائن
وہ ہونی چاہیئے جو ہدایاتِ پرواز میں دکھائی گئی ہے۔
اب ہمارا حق یہ ہے کہ امپائر کی مجوزہ پرواز کی غرض
دریافت کریں اور یہ بھی دریافت کریں کہ اس لائن پر
پرواز کرنے کا کس نے مشورہ دیا اور اس کی کیا اہمیت
ہے۔ اگر ظاہر ہو کہ کسی دوسرے شخص نے مشورہ دیا
ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں امپائر کی غیر جانبداری پر
اطمینان نہیں رہا لہٰذا کمیشن کے پاکستانی نمائندے
استعفےٰ دے رہے ہیں۔ جسٹس دین محمد نے فرمایا میں اپنی
طرف سے ہر ممکن کوشش کروں گا اور پرسوں صبح دلی
سے واپسی پر تمہیں اپنی ملاقات کے نتیجے سے مطلع
کروں گا ......

حد بندی کے فیصلے کے اعلان میں دیر ہوتی گئی۔
فیصلے کا اعلان ۱۷ اگست کو ہوا۔ ان دنوں میں بھوپال
میں تھا۔ ریڈیو پر فیصلے کا اعلان سُن کر مجھ پر سکتے کا عالم
طاری ہو گیا۔ فیصلے میں حد بندی کی تقریباً وہی لائن مقرر
کی گئی جس پر حد بندی کے تنازعہ کے متعلق فریقین کے
تحریری بیانات کمیشن کے روبرو پیش ہونے سے بھی دو
دن پہلے ریڈکلف نے معائنہ کے لئے پرواز کا ارادہ
ظاہر کیا تھا جو موسم کی خرابی کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔
جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے پرواز کے لئے پائلٹ کو

جو ہدایات تھیں اُن کا نقشہ جسٹس دین محمد صاحب کے ہاتھ لگ گیا تھا اور اسے دیکھ کر انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا تھا کہ باؤنڈری کمیشن کی کارروائی صرف ایک ڈھونگ ہے اور جو لائن پرواز کی ہدایات والے نقشہ میں دکھائی گئی ہے وہی لائن بالا بالا پنجاب کی تقسیم کے لئے حد بندی کی لائن مقرر کی جا چکی ہے۔ جس کے مطابق مسلم آبادی کی اکثریت والے کئی علاقے بالخصوص تحصیلات گورداسپور اور بٹالہ پاکستان کی بجائے ہندوستان میں شامل کئے جائیں گے۔ جس دن ریڈکلف نے پنجاب باؤنڈری کمیشن کے اراکین پر اپنے معائنے کے ارادے کا اظہار کیا اُس دن اُنہیں ہندوستان آئے ابھی صرف چھ دن ہوئے تھے۔ وہ ۸ر جولائی کو دلی پہنچے تھے اور ایک دو دن کے قیام کے بعد بنگال باؤنڈری کمیشن کے سلسلہ میں کلکتہ چلے گئے تھے۔ جہاں سے وہ ۱۴ر جولائی کو لاہور آ گئے۔ یہ بات ناقابلِ یقین ہے کہ ان دو ایک دنوں میں جو وہ دلی میں ٹھہرے انہوں نے پنجاب کی تقسیم کے نقشے کا خود مطالعہ کیا ہو اور بغیر فریقین کے دعاوی کو سنے حد بندی کے لئے خود ایک لائن تجویز کر کے اس پر معائنے کے لئے پرواز کا فیصلہ کیا ہو۔ اس وقت تک وہ نہ پنجاب حد بندی کمیشن کے اراکین سے ہی ملے تھے نہ متعلقہ فریقین کے بیانات ہی دیکھے تھے۔ ظاہر ہے کہ حد بندی کی یہ لائن کسی اور نے تیار کرائی اور اس کا معائنہ کرنے کی انہیں ہدایت دی۔ یہ صرف قیاس ہی نہیں بلکہ اس بات کا ناقابلِ تردید ثبوت موجود ہے کہ پائلٹ کی ہدایات پرواز

والا نقشہ مونٹ بیٹن کے چیف آف سٹاف لارڈ اسمے کے دفتر میں تیار کیا گیا تھا۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے ہدایاتِ پرواز والا نقشہ دیکھ کر جسٹس دین محمد صاحب نے جس اندیشے کا اظہار کیا تھا وہ انہوں نے قائدِ اعظم سے بیان کر کے حد بندی کمیشن سے مستعفی ہونے کی اجازت چاہی تھی۔ قائدِ اعظم نے کمیشن سے مستعفی ہونے کی اجازت تو نہ دی لیکن ۸ر اگست ۱۹۴۷ء کو جسٹس دین محمد صاحب کی رپورٹ کی بنا پر انہوں نے چوہدری محمد علی صاحب کی زبانی لارڈ اسمے کو ایک پیغام بھیجا کہ پنجاب کی تقسیم اور بالخصوص ضلع گورداسپور کی تقسیم کے متعلق انہیں تشویشناک رپورٹیں مل رہی ہیں اور اگر حد بندی وہی قرار پائی جس کے متعلق اطلاعات مل رہی ہیں تو اس سے پاکستان اور انگلستان کے تعلقات متاثر ہوں گے۔ چوہدری محمد علی صاحب اپنی قابلِ قدر تصنیف جس کا نام "THE EMERSENCE OF PAKISTAN" ہے میں لکھتے ہیں کہ وہ یہ پیغام لے کر لارڈ اسمے سے ملنے وائسرائے ہاؤس گئے۔ اسمے اس وقت ریڈکلف سے مذاکرات میں مصروف تھے۔ چوہدری صاحب نے انتظار کیا۔ کوئی گھنٹہ بھر بعد اسمے فارغ ہوئے تو اُن سے ملاقات ہوئی۔ چوہدری صاحب نے قائدِ اعظم کا پیغام پہنچایا۔ اسمے نے کہا کہ انہوں نے یا مونٹ بیٹن نے حد بندی کے معاملہ میں ریڈکلف سے کبھی کوئی بات نہیں کی اور انہیں اس امر کے متعلق ریڈکلف کے خیالات کا کوئی علم نہیں۔ انہوں نے وضاحت سے کہ حد بندی کے متعلق ریڈکلف کو اُن کی یا مونٹ بیٹن کی طرف سے

کوئی مشورہ نہ دیا گیا ہے نہ ہی دیا جائے گا۔ جب چوہدری صاحب نے اس رپورٹ کی تفصیل بیان کی جو قائداعظم کو ملی تھی تو اسمے نے کہا کہ انہیں چوہدری صاحب کی بیان کردہ تفصیل سمجھ نہیں آرہی۔ اسمے کے کمرے کی دیوار پر ایک نقشہ لٹک رہا تھا۔ چوہدری صاحب نے اسمے کو اشارے سے نقشے کے قریب بلایا تاکہ نقشہ سے اپنی بات کی وضاحت کر سکیں۔ چوہدری صاحب نے دیکھا کہ اس نقشہ پر صوبہ پنجاب میں پنسل سے ایک لکیر لگی ہوئی تھی جو بالکل اس رپورٹ کے مطابق تھی جو قائداعظم کو ملی تھی۔ چوہدری صاحب نے اسمے سے کہا قائداعظم کو جو رپورٹ ملی اس کی وضاحت کے لئے کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کے نقشے پر پنسل سے لگی ہوئی لائن خود منہ سے بول رہی ہے۔ چوہدری صاحب لکھتے ہیں:۔

"ISMAY TURNED PALE AND ASKED IN CONPUSION WHO HAD BEEN FOOLING WITH HIS MAP."

(اسمے کا رنگ فق ہوگیا اور وہ کھسیانا ہو کر کہنے لگا میرے نقشے میں کس نے یہ گڑبڑ کی ہے۔)

آج تک نہ تو ریڈکلف کی طرف سے اور نہ ہی ماؤنٹ بیٹن کی طرف سے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ پنجاب حدبندی کمیشن کے اجلاس کے لئے لاہور پہنچنے سے پیشتر اور تنازعہ کے متعلق فریقین کے تحریری بیانات سے واقف ہونے سے پہلے ہی ریڈکلف کے لئے جس لائن پر معائنہ کے لئے پرواز کا انتظام کیا گیا اس لائن کا نقشہ کس نے تجویز کیا اور اس معائنہ کی غرض کیا تھی؟ کیا یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ریڈکلف نے تقریباً اسی لائن کو ہی حدبندی لائن مقرر کرنے کا فیصلہ کیا جو ہدایات پرواز میں دکھائی گئی تھی۔ چوہدری محمد علی صاحب نے اپنی تصنیف میں اسمے کے نقشہ کا جو واقعہ بیان کیا ہے اس کی بھی آج تک تردید یا وضاحت نہیں کی گئی۔ ظاہر ہے کہ ریڈکلف کے ہندوستان آنے سے پہلے ہی پنجاب کی تقسیم کے لئے ماؤنٹ بیٹن اور اس کے مشیروں نے حدبندی کا فیصلہ کر لیا ہوا تھا اور ریڈکلف کو صرف ایک دستخط کرنے والی مشین کے طور پر استعمال کیا گیا۔ (تحدیث نعمت صفحہ ۵۰۶ تا ۵۱۱)

اعتذار

خالد کے ماہ جولائی کے شمارہ میں ایک مضمون بعنوان "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معجزانہ الہامی اور دلکش ذاتی کلام" کے مصنف کا نام غلطی سے مظفر حسین اعظم چھپ گیا ہے جبکہ یہ مضمون جناب فضل کریم فارانی آف بھیرہ کا تحریر کردہ ہے۔

ادارہ اس سہو پر فاضل مضمون نگار سے دلی طور پر معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)

جناب حکیم سید عبد الہادی صاحب

مناجات

ہے اللہ کی گر تجھے جستجو　　　بہ پیشِ محمدؐ جو ہو سرخرو
بھٹکتا نہ پھر کُو بہ کُو سُو بہ سُو　　　ہو دامن سے مہدی کے وابستہ تُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

گناہوں سے تائب تُو ہو کر کے آ　　　چہرہ اشکِ ندامت سے دھو کر کے آ
خودی کو تُو اپنی ڈبو کر کے آ　　　تا کہ محشر میں تیری بڑھے آبرو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

دل سے شرکِ خفی و جَلی کو مٹا　　　درِ معبود کے سر کو اپنے جھکا
جامہ تقویٰ سے کر تن کو آراستہ　　　آبِ توحید سے کر لے پہلے وضو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

جو پیغام مہدی کا میں نے کہا　　　بروزِ محمدؐ سے ظاہر ہوا
لائے ایمان مہدی پہ شاہ و گدا　　　سُن کے اللہ والے یہی گفتگو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

وہ جو محروم قسمت سے خود رہ گیا　　　فتوائے تکفیر کا لکھ کے شائع کیا
جو تکذیبِ مہدی میں حد سے بڑھا　　　خدا سے یقیناً ہوا جنگجو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

پوچھا پنڈت سے جب میں نے سچ تو بتا　　　تیرے کرشن کے آنے کا ہے وقت کیا
پڑھ کے گیتا کو اس نے یہ مجھ سے کہا　　　نمایاں ہیں آثار سب ہُو بہ ہُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

تھا انجیل میں صاف یہ بھی لکھا　　　کہ بھونچال دنیا میں جب آئیگا
تو احمد نما اک مسیح آئے گا　　　دل سے لانا بجا اسکا فرمان تُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

جبکہ دعویٰ مسیح زماں نے کیا — مقابل پہ لیکھو ڈوئی آگیا
شیاطیں کے غلبے کو باطل کیا — اپنے مہدی کو حق نے کیا سرخرو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

جبکہ فتح وظفر اس کے شامل ہوا — مل کے شمس و قمر نے گواہی دیا
خدا کا غضب جوش میں آگیا — نزولِ زلازل ہوا چار سُو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

حدیثوں میں مندرج ہے بیگماں — علامت ظہورِ مسیح الزماں
ہوا دمدار تارے سے روشن جہاں — کھول آنکھیں و مہدی کو پہچان تو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

رسولِ خدا نے یہ فرما دیا — خزانہ لٹانے مسیح آئے گا
آکے مہدی خزانہ لٹا کے گیا — جسکے لینے سے انکار کرتا ہے تو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

نورِ خالق سے احمد ہوا ضوفشاں — منور کیا اس سے سارا جہاں
دکھایا ہر اک کو نشاں پہ نشاں — مگر اس پہ بھی منکر ہے مہدی کا تو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

وفاتِ مسیح آکے ثابت کیا — نبوت کے مسئلہ کو بھی حل کیا
ثبوت اس کا قرآن سے ہے دیا — رہا جس سے غافل و انجان تو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

ہوا الہام باری بعہدِ عتیق — کہ یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق
آئے کثرت سے اعدا ہی بنکے رفیق — ربوہ میں آکر ذرا دیکھ تو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

سبھوں کو تو ہی در پہ مہدی کے لا — ہو اسلام کا بول بالا سدا
یہ کہتا ہے ہادی بصد التجا — خدایا ہو پوری مری آرزو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

جناب تسنیم ظفر ایم۔اے
ماڈل ٹاؤن۔لاہور

اسلام کا اقتصادی نظام

> "ہمارے مُلک کے امراء کو چاہیئے کہ وہ وقت پر اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اُن حقوق کو ادا کریں جو اُن پر غرباء کے متعلق عائد ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ کمیونزم کا پیدا ہونا ایک سزا ہے اُن لمبے مظالم کی جو امراء کی طرف سے غرباء پر ہوتے چلے آئے تھے لیکن اب بھی وقت ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں اور توبہ سے اپنے گناہوں کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اگر وہ اپنی مرضی سے غرباء کو اُن کے حقوق ادا نہیں کریں گے تو خدا اس سزا کے ذریعہ اُنکے اموال اُن سے لے لے گا۔" (حضرت المصلح الموعودؓ)

یہ دنیا ایک گہوارۂ تغیر و تبدل ہے جس میں یومِ تکوین سے انقلابات و ایجادات کا لامتناہی سلسلہ جاری و ساری ہے۔ جہاں ایک طرف علوم طبیعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ سربفلک پہاڑ کبھی عمیق سمندر تھے اور یہ بحرِ ذخار کبھی فلک بوس پہاڑ وہاں دوسری طرف سوشل علوم بھی اس عمل تغیر کی جولانگاہ بنے ہوئے ہیں۔ پس اقتصادیات بھی ان تغیرات سے عاری نہیں ہے اور افلاطون و آدم سمتھ سے لے کر موجودہ زمانے کے معیشت دان جان کینز اور کارل مارکس اپنے سے پہلے معاشی نظریات اور خیالات کو نہ صرف نئی شکل دیتے رہے ہیں بلکہ رد بھی کرتے آئے ہیں۔ اس مضمون میں یہ بندۂ ناچیز ان نظریات یا تھیوریز میں نہیں اُلجھے گا بلکہ تین مشہور اقتصادی نظاموں کا مختصر و سادہ الفاظ میں تعارف پیش کرے گا۔

سرمایہ دارانہ نظام

سترھویں صدی کے صنعتی انقلاب کے بعد اس نظام کے خدوخال اُبھرے جب کہ چھوٹے پیمانے کی بکھری ہوئی صنعتوں کی جگہ بڑے بڑے کارخانوں نے لینی شروع کی۔ اس وقت تک آلات و اوزار کے مالک

مزدور خود ہوتے تھے لیکن اب پیچیدہ و گراں مشینیں اور دیگر آلات رکھنا ان کی دسترس سے باہر تھا۔ نتیجتاً اہلِ ثروت ان کارخانوں کے مالک ٹھہرے اور پیدائشِ دولت کے آلات ایک خاص گروہ کے ہاتھ میں آ گئے جو بعد میں سرمایہ دار طبقہ کہلایا۔ دوسرا طبقہ مزدور کہلایا جس کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنا وقت ذخیرہ نہیں کر سکتا جس کا فائدہ سرمایہ دار نے اٹھایا اور مزدور کو مجبور ہونا پڑا کہ جو اس کی محنت کا معاوضہ سرمایہ دار نے مقرر کیا اُسی پر اُسے کام کرنا پڑا۔ جہاں ترقی یافتہ ممالک میں مزدوروں نے انجمنیں قائم کر کے اپنے مطالبات منظور کروانے کا قانونی حق حاصل کر لیا ہے وہاں بعض ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک میں ابھی تک یہی صورتِ حال ہے اور وہ سرمایہ دار کے رحم و کرم پر ہے۔

سرمایہ دارانہ نظریہ یہ ہے کہ سرگرمی سے کام اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ذاتی نفع کی توقع ہو۔ اگر ہر شخص مکمل آزادی اور پوری محنت سے معاشی کاروبار کرے تو مقابلہ کی سپرٹ پیدا ہو گی اسلئے اس نظام میں حکومت کی مداخلت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور اشتہار بازی کو ایک مؤثر آلے کے طور پر استعمال کر کے انفرادی آزادی کی آڑ میں اپنی مصنوعات کے لئے منڈی پیدا کی جاتی ہے۔ اس نظریہ کا مقصد زیادہ سے زیادہ نفع کمانا ہے تاکہ مزید سرمایہ کاروبار میں لگا کر اسے بڑھایا جائے، مزید افراد کو روزگار دیا جائے اور مصنوعات کی مانگ مزید بڑھے اور پھر اس مانگ کو پورا کرنے کے لئے صنعت کو مزید وسعت دی جائے۔ اس طرح رسد اور مانگ کا یہ لامتناہی چکر جاری رہتا ہے۔

اشتراکی نظام

سرمایہ دارانہ نظام کا قدرتی ردِ عمل ہوا کہ ذاتی اور انفرادی ملکیت کو ختم کر کے پیدائشِ دولت کے جملہ آلات و وسائل مملکت یا سٹیٹ کے سپرد کرنے کا مطالبہ شروع ہوا۔ اس نظریے کے تحت افرادِ مملکت کی اجتماعی کوششوں سے مجموعی طور پر جو دولت حاصل ہو اس کی تقسیم بھی مملکت ہر شخص کو اس کے کام اور اہلیت کی بنیاد پر کرے نہ کہ معاشی اونچ نیچ اور طبقاتی امتیاز کی بناء پر۔ یہ نظام غرباء کو اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے اور دنیا کی تمام معاشی و اخلاقی برائیوں اور سیاسی جھگڑوں کی ذمہ داری سرمایہ دارانہ نظام پر ڈالتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اگر وسائلِ دولت کو سرمایہ داروں سے نکال کر حکومت کے حوالے نہ کیا گیا تو دنیا میں بے چینی اور افلاس بڑھے گا اور تمام افراد ان وسائل کے جملہ فوائد سے یکساں حصہ نہیں پا سکیں گے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کسی گھر میں تو گھی کے چراغ جلیں گے اور کسی کو دو وقت روٹی بھی میسر نہ آ سکے گی۔

مارکس اور اینجلز کے مطابق سرمایہ دارانہ نظام نے غلام اور آقا، امراء اور جمہور، سرمایہ دار اور مزدور مختصراً یہ کہ ظالم اور مظلوم ہی پیدا کئے ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہی رہتے ہیں۔ اس کے

برعکس اشتراکی نظام کا محرک نفع خوری نہیں ہے بلکہ اس سے بالا ہو کر ضروریاتِ زندگی کی تکمیل اور رفع حاجات کرنا اور کائناتِ انسان کی انفرادی اور اجتماعی ضروریات کی تکمیل کرنا ہے۔

اسلامی نظام

جہاں دوسرے علوم میں خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رہنمائی فرمائی وہاں اس علیم و خبیر ہستی نے یہاں بھی اپنے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے چودہ سو سال قبل ہی جبکہ ایسے حالات ہی درپیش نہ تھے کہ اجتماعی معاشی بہبود کی طرف توجہ دی جاتی ہماری رہنمائی فرمائی۔

اسلامی نظام کا مقصد بنی نوع انسان کے اخلاقی احساسات کو اس حد تک اُجاگر اور قوی کرنا ہے کہ مملکت کا ہر فرد اخوت اور ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہو کر محض لِلّٰہ طوعی طور پر دوسروں کے رنج و الم، مصائب و تکالیف کو اپنا سمجھ کر ان کی مالی و اخلاقی اعانت کرنا اپنا دینی فرض سمجھے اور نہ صرف یہ کہ اس مادی دُنیا کو سنوارنے کی سعی کرے بلکہ یوم آخرت کی بھی ذلت و خواری سے بچنے کی کوشش کرے۔ اسلامی نظام کو نہ مزدوروں سے دشمنی ہے نہ اہلِ ثروت سے رنجش بلکہ یہ دونوں مذکورہ بالا نظاموں کے بین بین رہ کر امراء اور غرباء دونوں پر مناسب قیود عائد کرتا ہے۔ اس نظام کی مندرجہ ذیل چار واضح خصوصیات ہیں:۔

۱۔ بنی نوع انسان کے درمیان ظلم و استبداد کی راہ کھولنے والے اور فساد کا موجب بننے والے تمام وسائل کا قلع قمع کرنا۔

۲۔ محنت اور سرمایہ کے درمیان صحیح توازن قائم کرنا اور ایک دوسرے کو غاصبانہ دستبرد سے بچانا۔

۳۔ دولت اور اسبابِ دولت کو کسی خاص طبقہ میں سمٹنے سے باز رکھنا تاکہ تمام افراد کی فلاح و بہبود ہو۔

۴۔ اپنے دائرہ عمل میں تمام افراد کو بنیادی ضروریاتِ زندگی مہیا کرنا اور ہر متعلقہ فرد کی معاشی زندگی کا کفیل ہونا۔

اسلامی معاشی نظام اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ درجات کا تفاوت انصاف کے اصولوں پر مبنی ہو، تا آنکہ یہ وجۂ ظلم و فساد نہ بن سکے اور ایک گروہ کی ترقی دوسرے گروہ کے فقر اور افلاس کا سبب نہ بنے اور دوسرا گروہ پہلے کی معاشی اغراض کا آلۂ کار بن کر رہ جائے اور یا پہلے گروہ کے ذہن میں ہر آن یہ خطرہ منڈلاتا رہے کہ اس کا اثاثہ بلکہ اس کی جان کسی بھی وقت اس کی ترقی کی وجہ سے چھینی جا سکتی ہے۔ اسی لئے دولت کو خاص طبقات میں محصور ہونے سے بچانے کے لئے اسلام میں اخلاقی و قانونی طور پر زکوٰۃ، خمس، وراثت، طوعی صدقہ، وقف اور انفاق فی سبیل اللہ کا نفاذ ضروری ہے۔ سُود چونکہ دولت اکٹھا کرنے کا محرک بن جاتا ہے اسلئے یہ بمعہ اپنی تمام اشکال کے

حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت احمدیہ میں الوصیت کا نظام رائج کیا اور جب آئندہ معاشی نظام اس پر مبنی ہوگا تو انشاء اللہ تمام غیر ضروری اور جابرانہ تفاوت کا قلع قمع خود بخود ہو جائے گا۔ اسلامی نظامِ معیشت میں مساوات کو ضروری اور فطری تسلیم کرتا ہے۔ جہاں یہ انفرادی ملکیت کی اجازت دیتا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی متعدد اخلاقی اور قانونی قیود بھی عاید کرتا ہے تاکہ خود غرض جراثیم اپنے غلط مقاصد حاصل نہ کر سکیں۔ اہلِ حکم کو اپنا مقصود حاکمیت کی بجائے عوام الناس کی خدمت کو مد نظر رکھنا چاہیئے اور ان اصولوں کو قائم کرنے کے لئے وہ خدا کی مخلوق کے سامنے جوابدہ ہوں۔

وہ ہستی جس کے بارے میں خدا نے بشارت دی کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور جسے مصلح موعود بنایا 'اسلام کا اقتصادی نظام' میں فرماتے ہیں:۔

"پس ہمارے ملک کے امراء کو چاہیئے کہ وہ وقت پر اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور ان حقوق کو ادا کریں جو اُن پر غرباء کے متعلق عائد ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کمیونزم کا پیدا ہونا ایک سزا ہے اُن لمبے مظالم کی جو امراء کی طرف سے غرباء پر ہوتے چلے آئے تھے لیکن اب بھی وقت ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور توبہ سے اپنے گزشتہ گناہوں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اگر وہ اپنی مرضی سے غرباء کو اپنے حقوق ادا نہیں کریں گے تو خدا اس سزا کے ذریعہ اُن کے اموال اُن سے لے لے گا لیکن اگر وہ توبہ کریں گے اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائیں گے تو یہ مہیب آفت جو اُن کے سروں پر منڈلا رہی ہے اس طرح چکر کھا کر گذر جائے گی جس طرح آندھی ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف اپنا رُخ موڑ لیتی ہے۔" (صفحہ ۱۴۸-۱۴۹)

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلام اور اشتراکیت کے معاشی امور میں بنیادی طور پر کوئی تضاد نہیں ہے لیکن عمیق نگاہ ڈالنے سے واضح تضاد سامنے آجاتے ہیں۔ اشتراکیت معاشی خوشحالی کے حصول کو مقصود بالذات قرار دیتی ہے۔ اس کا مبداء و منتہا اور مقصد و غایت مادی فراغت اور معاشی مساوات ہی ہے لیکن اس کے برعکس اسلام کا اقتصادی نظام ایسے ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے جس میں حصولِ معیشت اور اکتساب مال بجائے خود کوئی مقصد نہیں ہے بلکہ حقیقی عبد بننے اور اعلیٰ تر مقاصد کے حاصل کرنے کا ایک وسیلہ و ذریعہ ہے۔ یہ انسان کی معاشی فلاح سے بڑھ کر اس کی روحانی، مذہبی، سیاسی، اخلاقی، معاشرتی غرضیکہ ہر قسم کی دینی و دنیاوی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کا علمبردار ہے۔ اس کا کعبۂ مقصود صرف دنیوی ترقی و کمال ہی نہیں

بلکہ سعادتِ ابدی اور رضائے الٰہی ہے۔ انسان کے خالق کا پسند کردہ نظام ایک صالح اجتماعی اور انفرادی نسل کا داعی ہے۔

انسان کو خدا تعالیٰ نے اپنا نائب و خلیفہ قرار دیا ہے اسلئے اس کا یہ فرض ہے کہ جو نظام وہ اپنا رہا ہے آیا وہ اس کے آقا کا منظور شدہ ہے یا نہیں۔ جیسے جیسے انسان کا روحانی شعور بیدار ہوگا وہ اس طرف غور کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اسلام اس مسئلہ پر زور دیتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا الوصیت کا نظام پیش کرنا، حضرت مصلح موعودؓ کا اسلام کا اقتصادی نظام تحریر فرمانا اور اب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اپنے خطبات میں اسلامی نظام کے خدوخال واضح فرمانا اسی بات کا پیش خیمہ ہیں کہ مستقبل قریب کا معاشی نظام انشاء اللہ اسلامی تعلیمات پر مبنی ہوگا۔ یہی وہ نظام ہے جس میں افراط و تفریط کا رد کیا گیا ہے اور بنی نوع انسان کی اجتماعی اور انفرادی بھلائی اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مدِنظر رکھی گئی ہے۔ اس نظام میں نہ صرف ایک مُلک کے افراد کا خیال کیا گیا ہے بلکہ کم سمجھ اقوام کو بذریعہ تبلیغ راہِ ہدایت پر لانے کے لئے طوعی اقدام اُٹھانے پر بھی زور دیا گیا ہے بعض لوگ ناسمجھی کی بناء پر کہہ دیتے ہیں کہ اسلامی نظام رائج نہیں ہو سکتا لیکن وہ اس کی دلیل دینے سے قاصر ہیں کیا وجہ ہے کہ اگر سرمایہ دارانہ نظام امریکہ اور یورپی ممالک میں پنپ سکتا ہے، اشتراکیت روس، چین اور مشرقی یورپ میں پھل پھول سکتی ہے تو اسلامی نظام جو افراد کی مجموعی اور ذاتی عزت کا حامی اور داعی ہے کیوں اسلامی ممالک میں رائج نہیں ہو سکتا؟ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم فرسودہ خیالات اور بے بنیاد مفروضات کو خیرباد کہیں اور اسلامی تعلیمات کا حقیقت پسندانہ انداز میں موجودہ حالات کی روشنی میں اپنے ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر تجزیہ کریں اور رہنمائی حاصل کریں اور اپنے ذہنوں کو اس انداز سے موڑیں کہ وہ اسلامی نظام کے ساتھ آنے والی اخلاقی ذمہ داریاں بخوشی نبھانے پر ہر آن و ہر لحظہ تیار رہیں۔

جناب جنید ہاشمی ربوہ

حضرت مسیح علیہ السلام کی گمشدہ بھیڑیں

تاریخ کا مطالعہ کرنے والے عام طور پر جانتے ہیں کہ فرعون کے جبر و استبداد سے بچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر ملک کنعان یا موجودہ فلسطین میں آباد ہو گئے تھے لیکن اس کے بعد خصوصاً اسوریوں یا بابلیوں کے ہاتھوں یوروشلم جب چار دفعہ تباہ و برباد ہوا تو بنی اسرائیل جو بڑے بڑے بارہ قبائل میں منقسم تھے دور دراز علاقوں کی طرف تتر بتر ہو گئے اور لاکھوں کی تعداد کو اسوریوں (assyrians) نے غلام بنا لیا اور ان پر ایسا ظلم و تشدد اور قیود و حدود عائد کر دیں کہ صدیوں تک غلامی اور اسیری کی حالت میں رہنے سے ان کے عادات و خصائل اور رسم و رواج میں زمین و آسمان کا فرق پڑ گیا۔ اُمت موسوی بھی ایک شریعت کی پابند تھی اور اس میں بھی بڑے بڑے برگزیدہ، صاحب الہام و کشوف، راہب، کاہن، دعاگو، زاہد، عابد اور دانشور لوگ تھے لیکن بعد میں ان میں سے اکثر بدعات، فسق و فجور اور کفر و الحاد کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا اور عذاب کے مورد ہوئے اور ارد گرد کی قوموں نے یکے بعد دیگرے کم از کم دس مرتبہ ان پر حملہ کر کے اُن کے مرکز یوروشلم کو تباہ و برباد کر دیا۔ لاکھوں کو تہ تیغ کیا اور ہزاروں ہزار کو اسیر اور غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ چنانچہ سب سے خوفناک اور اذیت انگیز حملے سناخریب نے چار دفعہ بخت نصر نے چار مرتبہ۔ ویسپاسین نے ایک دفعہ اور ہیڈرین نے ایک دفعہ کئے اور یہودیوں کا سب کچھ تہس نہس کر دیا۔ یہ ایک الگ تاریخی داستان ہے۔

میں زیر تحریر مختصر سے مضمون میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ مشہور قبائل کے بچے کھچے افراد کو کہاں کہاں پناہ ملی اور حضرت مسیح علیہ السلام نے جب کہا کہ "میں اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں جا رہا ہوں" تو ان کا اشارہ کونسی "بھیڑوں" کی طرف تھا؟ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قوم موسیٰ کے تتر بتر اور غائب غلہ ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد سے ہی یہودی سیاحوں اور تاجروں نے باوجودیکہ اس زمانے میں رسل و رسائل اور ذرائع آمد و رفت کا فقدان تھا بے انتہا صعوبتوں اور ناقابل عبور مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کی تلاش جاری رکھی بلکہ اپنے محبوب شہر یوروشلم کی زیارت کی خاطر کبھی وہ خانہ بدوش اور مہاجر کا بھیس بدلے کبھی پناہ گیر یا فاتح کی صورت اختیار کرتے۔ بلکہ ایسے سیاح

بھی ہیں جو بظاہر جلا وطن یا نو آباد کار، تاجر یا طالبِ علم زائر یا طبیب، گداگر یا سفیر ہیں۔ مختلف ممالک میں ان گم شدہ قبائل کے حالات معلوم کرنے کے لئے گھومتے پھرتے تھے۔ کیونکہ تورات اور یسعیاہ اور یرمیاہ کے ابواب اور زبور میں ارضِ مقدس میں دوبارہ آنے اور اُن کے گناہوں کی معافی کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ ایسے سیاح کئی زبانوں کے ماہر اور مذہبی امور سے کماحقہٗ واقف ہوتے تھے۔

المختصر مندرجہ بالا اقسام کے سیاحوں میں سے اکثر کے تحریر کردہ مخطوطات یا سفرنامے یا تو امتدادِ زمانہ کی دست بُرد سے محفوظ نہیں رہے اور یا بعض کو محض پرستان کی کہانیاں اور مَن گھڑت افسانے سمجھا جاتا رہا ہے۔ تاہم ہمارے لئے سب سے پہلا سفرنامہ اسحاق کا ہے جس کو شہنشاہ شارلمین نے ہارون الرشید کے دربار میں بطور مترجم بھیجا تھا۔ یہ ۸۰۱ء عیسوی میں بغداد آیا اور اس نے ۷۹۷ء سے ۸۰۲ء کے حالات لکھے ہیں۔

اس کے بعد مشہور یہودی سیاح الدّاد جو بنو دان سے تھا (۸۸۰ء) کا سفرنامہ قابلِ مطالعہ ہے۔ چونکہ الدّاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا نیز اُس کی زبان خالص وہ عبرانی تھی جس میں تورات نازل ہوئی اور وہ زاہد و عابد شخص بھی تھا اسلئے اُس نے جو کچھ لکھا ہے اُس پر یقین کیا جا سکتا ہے کہ جو کچھ اُسے پیش آیا وہ اُس نے من وعن ضبطِ تحریر کر دیا ہے اور اس کی تحقیق و تفتیش بھی تاریخی لحاظ سے قابلِ قبول ہے۔

بری الدّاد خلیجِ عدن کے قریب صومالی لینڈ کا رہنے والا تھا۔ اپنے دوسرے سفر کے دوران اس کا جہاز طوفان کی نذر ہو گیا۔ وہ اور اُس کا ایک ساتھی ایک صندوق کے سہارے مشرقی افریقہ کے ساحل پر لگنے کی وجہ سے بچ گئے لیکن مردم خور قبیلے کے ہتھے چڑھ گئے۔ رومروم نامی مردم خوروں نے اُس کے ساتھی کو تو بھون کر کھا لیا لیکن چونکہ یہ نحیف اور کمزور تھا اسلئے اسے زنجیروں سے جکڑ رکھا تا کہ ذرا موٹا ہو جائے تا آنکہ ایک اَور قبیلے کی فوج نے اُن پر حملہ کر دیا۔ اِس طرح الدّاد کو غلام بنا کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ یہ لوگ آتش پرست تھے۔ یہ چار سال تک اُن کی قید میں رہا قسمت اچھی تھی اسّخر قبیلے کے یہودی تاجر نے اُسے بتیس[۳۲] دینار میں خرید لیا۔ وہ تاجر اُسے اپنے ساتھ خلیج فارس کے شمال میں کرمان کی پہاڑیوں پر لے گیا جس پر فارس اور میڈیا کی حکومت تھی۔ قبیلہ اسّخر کے لوگ امن پسند اور مذہبی تھے۔ اُن کے ملک کا طول و عرض دس روز کی مسافت تھا۔ اُن کے پاس اونٹ، بھیڑیں، گدھے اور غلام تھے۔ یہ لوگ گھوڑے نہیں پالتے تھے اور نہ ہی اُن کے پاس کوئی اسلحہ تھا اور نہ چوری چکاری یا قتل و غارت ہوتا تھا۔ اُن کا بڑا کاہن نحشون نامی تھا جو عبرانی اور فارسی کا عالم بھی تھا۔

اس کے بعد الدّاد نے سرزمینِ عرب کا سفر اختیار کیا اور لکھتا ہے کہ بنو زبلون[۳] کے یہودی فاران کے پہاڑوں کے ارد گرد آباد ہیں۔ یہ لوگ بالوں والی

کھانوں کے خیموں میں رہتے ہیں جو آرمینیا کی سرزمین سے منگوائی جاتی ہیں۔ یہ لوگ ایک طرف تو بنو اسحٰق کے ہمسائے ہیں اور دوسری طرف یہ دریائے فرات تک پھیلے ہوئے ہیں۔ عام طور پر لوگ تجارت کرتے ہیں اور یہودی شرع کے مطابق چار طریقوں پہ سزائے موت دیتے ہیں۔ یعنی سنگسار کرنا۔ زندہ آگ میں جلا ڈالنا۔ سر قلم کر دینا اور گلا گھونٹ کر مار دینا۔

اور بنو روبن کا قبیلہ فاران کی پہاڑیوں کے پیچھے آباد ہے۔ اُن میں امن، اخوت اور دوستانہ رہن سہن کا ماحول ہے اور جنگ کے وقت سب اکٹھے ہو کر لڑتے ہیں اور آپس میں مالِ غنیمت دیانتداری سے بانٹ لیتے ہیں۔ اُن کی زبان بھی فارسی اور عبرانی ہے اور اُن کے پاس کتبِ مقدسہ مشناہ، طالمود اور حقادہ موجود ہیں۔ جن کا وہ باقاعدہ درس دیتے ہیں۔

اور پھر بنو افرائیم اور منسّی قبیلہ کا نصف حصہ ان پہاڑوں کے ورے مکہ کے گرد و نواح میں بسا ہوا ہے جو بنو اسماعیل کے لئے راہ کا روڑا بنے ہوئے ہیں۔ ان کے جسم مضبوط اور حوصلہ بلند ہے۔ یہ عموماً گھوڑے کے شہسوار ہیں۔ عام مسافرت کرتے ہیں اور دشمنوں سے بے رحمی کا سلوک کرتے ہیں۔ لوٹ مار کر کے روزی کمانا ہی ان کا کام ہے۔ یہ بڑے جنگجو لوگ ہیں۔ ہزار کے مقابل ایک کھڑا ہو جاتا ہے۔

بنو شمعون اور منسّی قبیلہ کے باقی نصف افراد بابلیوں کے ملک میں رہتے ہیں جو یہاں سے چھ مہینے کے سفر کا فاصلہ ہے انہیں خزرشی (KHOZRS) کہا جاتا ہے اور ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ انکی وہاں اپنی حکومت ہے اور یہ پچیس دیگر بادشاہتوں سے خراج وصول کرتے ہیں حتیٰ کہ کئی بنو اسماعیل کے لوگ بھی انہیں ٹیکس ادا کرتے ہیں۔

"ارضِ مقدس میں صرف بنو یہودہ[9] اور بنو بنیامین[10] کے لوگ اسیری کی حالت میں رہ رہے ہیں۔ جن پر رومن حکومت اور یونانیوں نے بے انداز ظلم توڑے۔ خدا کرے ہماری تلواریں اُن کے سینے چیریں اور صلیب انکی ہڈیاں توڑے" (؟) آمین

الداد اپنے قبیلے بنو دان کے بارے میں کہتا ہے کہ پہلے ہمارا قبیلہ ارضِ فلسطین میں خیموں میں رہتا تھا اور ہم جیسا جنگجو اور شجاعت و حوصلہ میں بلند کوئی نہ تھا۔ لیکن جب یروبوآم بن نیبط نے پوجا کے لئے دو سونے کے بچھڑے بنائے تو حضرت داؤدؑ کی اولاد دو دھڑوں میں بٹ گئی۔ تو ہم نے کہا کہ آؤ یروبوآم اور اس کے چیلے چانٹوں سے لڑیں مگر قبیلہ کے اکثر لوگ اس پر آمادہ نہ ہوئے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے آقا حضرت داؤدؑ کے بیٹوں اور اپنے بھائیوں سے کیسے لڑ سکتے ہیں۔ خدا نہ کرے اسرائیل اور یہودہ کا بادشاہ داؤد ہم سے ناراض ہو جائے!" لیکن اِدھر ہم بچھڑے کی پوجا اور فسق و فجور کو برداشت نہ کر سکے اسلئے ہم نے اپنے خیمے اکھاڑے اور اپنی تلواریں، نیزے اور کمانیں سنبھالیں اور کسی نئی سرزمین کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آخر کار کئی ایک مصائب اور دشواریوں سے نمٹتے ہوئے دریائے نیل کو عبور کر کے ایتھوپیا (حبشہ)

میں آ گئے۔ جہاں ہمیں سرسبز کھیتیاں، احاطے اور باغات نظر آئے۔ ہم نے جلدی ہی یہاں قبضہ کر لیا اور اپنی حکومت قائم کر لی اور مقامی باشندوں سے خراج وصول کرنا شروع کر دیا۔ ہماری یہ ہجرت سناخریب بادشاہِ اسیریا کے حملۂ یوروشلم سے قبل تھی (یعنی یوروشلم کی تباہی سے ۱۳۵ سال قبل) اسلئے ہم بچ گئے لیکن سناخریب نے بنو روبن، بنو جدی اور نصف قبیلہ منسّح کو اسیر کر کے حلہ، حابور اور دریائے سیحون کے پاد میڈیا کے علاقوں میں پہنچا دیا۔ سناخریب نے اپنے دوسرے حملے میں بنو آشر اور بنو نفتالی کو قید کر لیا اور انہیں ہانک کر اسیریا لے گیا۔ سناخریب کی موت کے بعد یہ تین قبیلے یعنی بنو نفتالی، بنو جد اور بنو آشر از خود سفر اختیار کر کے حبشہ میں آباد ہو گئے۔ پہلے انہوں نے ویران اور صحرائی جگہ پر ڈیرے جمائے بالآخر مقامی لوگوں کو مار دھاڑ کر کے زمین پر خود قبضہ کر لیا۔ گویا کہ اب بنو دان، بنو نفتالی، بنو جد اور بنو آشر عہد عتیق کے حویلہ مقام کے ارد گرد آباد ہیں۔ (حویلہ خلیج سویز کے جنوب میں افریقہ میں واقع تھا اور حبشہ سے بیس روز سفر کے فاصلہ پر تھا) اس جگہ سونا، چاندی اور گرم مسالے کثرت سے موجود تھے۔ قیمتی پتھروں کے علاوہ بھیڑیں، مویشی، اونٹ، گدھے ان چار قبیلوں کے ہاتھ آئے۔ کیونکہ جہاں یہ لوگ داخل ہوئے ان کے گرد و نواح میں سات بادشاہتیں تھیں جو دریائے ایتھوپیا کے دوسرے کنارے پر تھیں۔ یہ قبیلے اُن سے دست بجنگ رہتے تھے اور لوٹ مار کر کے اپنی پوزیشن مضبوط کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے زرخیز اور آباد علاقہ اتنا حاصل کر لیا تھا کہ اسکی لمبائی چوڑائی دو دو دن کے سفر کے برابر تھی۔ اور پھر اس کے سامنے غیر آباد اور صحرائی علاقہ تھا جو جنگ کے لئے مخصوص تھا۔ الداد نے اس علاقہ اور ان چاروں قبائل کے حالات تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ دلچسپی کے لئے چند ایک باتیں مختصراً بیان کی جاتی ہیں:۔

"ہمارے بادشاہ کا نام عزئیل اور شہزادے کا الزافان ہے جو بنی دان کی آل آہولیاب میں سے ہے۔ جھنڈے کا رنگ سفید ہے جس پر سیاہی سے لکھا ہوا ہے "سنو! اے بنی اسرائیل۔ ہمارا آقا خدا ایک ہے" جب یہ لوگ جنگ کے لئے نکلتے تو بگل بجاتے۔ بادشاہ کی قیادت میں ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج میدانِ جنگ میں تیر و کمان اور تیغ و تفنگ سے لیس ہو کر نکل پڑتی۔ ہر ایک قبیلہ تین مہینے تک لڑتا، لوٹ مار کرتا۔ اور میدانِ وغا میں ہی رہتا۔ پھر تین مہینے کے لئے دوسرا قبیلہ قتل و غارت اور مالِ غنیمت اکٹھا کرتا۔ اسی طرح چاروں قبیلوں نے سال کو تقسیم کر رکھا تھا۔ ان سب میں شجاعت و بہادری میں بنو دان کی ایک شاخ آل گسین تھی۔ وہ کبھی بیٹھے نہیں دکھائے تھے اور سوائے مار دھاڑ اور لوٹ مار کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ نوجوانی میں ہی میدانِ جنگ میں مرنا نجات سمجھتے تھے۔ ان میں کاہن راہب، مفسّر اور دانشور بھی ہوتے تھے اور خالص آل موسیٰ جن کے قبیلے کا نام بنو جینس تھا ایک جزیرے میں آباد تھے جو تین مہینے کے سفر کے فاصلہ جتنا لمبا

چوڑا تھا۔ وہ خوشنما مکانوں، مشید و متحجر قلعوں کے اندر رہتے تھے۔ ہاتھیوں کو پالتے اور سدھاتے تھے۔ حلال جانور اور پاکیزہ غذا استعمال کرتے تھے۔ مکھی، پسّو، جونکیں، لومڑ، بچھو، سانپ اور کتے اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ ان کے پالتو جانور بھیڑیں، بیل، مرغیاں وغیرہ ہوتی تھیں۔ سال میں دو دفعہ فصل اُگاتے تھے۔ اور باغات میں زیتون، انار، انجیر، ہر قسم کی پھلیاں، ککڑیاں، خربوزے، پیاز اور سرکہ، جَو اور گندم کی کاشت کرتے تھے۔ اپنے مذہب پر سختی سے قائم تھے۔ طالمود اور توریت کا اصلی عبرانی میں درس دیتے تھے اور حدیثِ موسیٰ (روایت) کو ان الفاظ سے شروع کرتے تھے:-

"بیان کیا فلاں ربّی نے عن یوشع
بن نون عن حضرت موسیٰ خدائے واحد
سے سُن کر کہ ...."

وہ صرف اپنی مقدس زبان عبرانی بولتے تھے۔ رسمی غسل کرتے تھے۔ بے فائدہ قسمیں نہیں کھاتے تھے۔ ان کی عمریں عموماً سو سال یا ایک سو بیس سال ہوتی تھیں۔ (تین تین چار چار نسلیں دیکھ کر مرتے تھے) وہ اپنا کام خود سر انجام دیتے تھے اسلئے ان کے ہاں کوئی نوکرانی یا غلام نہ ہوتا تھا۔ ایک نوجوان کی دس دس روز تک بھیڑیں وغیرہ چرانے کی ڈیوٹی ہوتی تھی جو نہ جن بھوت سے ڈرتا تھا اور نہ چور ڈاکو سے آلِ موسیٰ کے افراد ان چاروں قبائل کے ماسوا کسی سے نہیں ملتے تھے۔ باقیماندہ قبائل دریائے نیل کے ایک معاون دریائے سمباسن کے دوسرے کنارے پر رہتے تھے۔ یہ الگ تھلگ رہا کرتے تھے جب کبھی پیغام رسانی کی ضرورت ہوتی سدھائے ہوئے کبوتروں کے ذریعہ شاہی خاندان کے افراد کے خاندان سے نامہ و پیام کر لیتے تھے جو دریا کے آر پار اُڑ کر بادشاہوں اور شہزادوں کے احکام پہنچاتے تھے۔ ان کے ہاں چاندی، سونا، جواہرات کے انبار جمع تھے۔ ریشہ (روئی) کی کاشت کر کے کپڑا بُنتے تھے۔ دریا دو سو کیوبٹ تیر اندازی کے طول کا تھا جس میں بڑے چھوٹے پتھر بہتے رہتے تھے اور جس سے طوفانوں جیسی مہیب و بھیانک آواز آتی تھی۔ اس کے علاوہ اُن کے چھ کوئیں تھے ان سب کو ایک جھیل سے ملا دیا گیا تھا تاکہ کھیتوں کی آبیاری کی جا سکے اور مچھلیاں پکڑی جا سکیں۔ قریب ہی ایک پہاڑ (آتش فشاں) سے ہر وقت آگ نکلتی رہتی جس کی وجہ سے ایک میل تک کوئی قریب نہ جا سکتا تھا۔ ان قبائل کے رسم و رواج اور عادات و خصائل بڑی تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ جن میں حقیقت و افسانہ کا رنگ بھی ہے اور معجزات و شعبدات کا ذکر بھی اسلئے یہاں بیان نہیں کیا گیا۔

ساتویں صدی کے اوائل میں اسلام کا سورج طلوع ہو چکا تھا اور اس کی کرنیں نصف مہذب دنیا کو منور کر چکی تھیں۔ گویا کہ اگر ایک طرف نصف دنیا پر عیسائی اور نصرانی حکومتیں قابض تھیں تو دوسرے نصف حصے پر قیروان (مصر) دمشق (شام) اور

قرطبہ (سپین) کی تین اسلامی سلطنتوں کے پرچم لہرا رہے تھے اسلئے عالم و فاضل یہودی ان کے درباروں سے منسلک ہو گئے اور اسلامی رواداری کی وجہ سے ریاضی، سفرنامے، علم ہیئت و طب وغیرہ میں بڑی وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ علم و تحقیق کا اصل خاکہ معتبر و معتمد صورت میں سامنے آنے لگا تھا۔ یہودی تاجر دُور دراز ملکوں تک جانے لگے تھے۔ سنہ ۸۲۰ء میں یعقوب بن طارق نے سیلون سے بغداد تک علم ہیئت و اجرامِ فلکی کی کتابیں پہنچائیں۔ سپین کے ابنِ خوردزبہ نے چین تک سفر کیا۔ اس کے بعد ربّی خنداؤئی ابن شبروت (سنہ ۹۱۵ء) جو خلیفۂ قرطبہ کا وزیر رہا ہے انہوں نے گمشدہ قبائل کی تلاش میں بڑی کاوش اور محنت سے کام لیا ہے۔ خصوصاً خوزر قبیلہ کے حالات کے بارے میں جو ترکستان اور تبت و کشمیر کی وادیوں میں جا آباد ہوئے تھے۔ ہمیں بھی دلچسپی ہے۔ خنداؤئی کی تحقیقات سے قبل خوزر قبیلہ کے بارے میں جو حالات بتائے جاتے انہیں محض من گھڑت قصے یا سیاحوں کی گپ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن موجودہ انکشافات و تحقیقات کے دَور میں یہ باتیں صاف ہوتی جا رہی ہیں +

(دیگر قبائل کے حالات آئندہ انشاء اللہ)

پروڈینشل
اعلیٰ خدمت اور بہترین تحفظ کی ضامن ہے
نئے لیبر قوانین (ترمیمی) آرڈیننس ۱۹۷۲ء کے تحت ہر مالک کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے تمام کارکنوں کو وفات یا زخمی ہونے کی صورت میں تحفظ مہیا کرے۔ قومی تحویل میں لی ہوئی پروڈینشل کے ذریعے گروپ انشورنس سے نہ صرف آپ کے قانونی تقاضے پورے ہوں گے بلکہ مالک اور ملازم میں خوشگوار تعلقات قائم ہونگے پروڈینشل کی گروپ پالیسی کے بعض اہم پہلوؤں پر نگاہ ڈالیے۔
۲۴ گھنٹوں کا تحفظ (ڈیوٹی اور ڈیوٹی کے بعد)
وفات، مکمل طور پر معذور یا جزوی طور پر معذور ہونے کی صورت میں یک مشت ادائیگی۔
عارضی معذوری کی شکل میں پندرہ روزہ نقد ادائیگی۔
گروپ انشورنس
ایم۔ شریف جنجوعہ، ٹرسٹی
پروڈینشل ایشورنس کمپنی لمیٹڈ
شارع قائد اعظم ۔۔۔ لاہور • الہارون تیسری منزل، گارڈن روڈ ۔۔۔ کراچی • سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ • یو بی ایل بلڈنگ، لائل پور

محمود مجیب اصغر بھیروی
گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ

انسانی قویٰ کی نشوونما

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفسِ انسانی کو اس کی تمام ضرورتوں اور قابلیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التّین) یقیناً ہم نے انسان کو موزوں سے موزوں حالت میں پیدا کیا ہے۔ نیز فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (بلد) کہ ہم نے یقیناً انسان کو رہین محنت بنایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ پروردگار نے انسان کو مختلف قویٰ اور صلاحیتیں دیکر اس دنیا میں بھیجا تا وہ انتہائی محنت کر کے اُن کی نشوونما کرے اور اس کے نتیجہ میں اپنی جسمانی اور اُخروی زندگی کو کامیاب بنائے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ۴ر فروری ۱۹۷۲ء کے خطبہ جمعہ میں اسی ضمن میں فرمایا ہے:-

"قرآن کریم پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے اصولی طور پر ہمیں چار قسم کی قوتیں اور صلاحیتیں عطا ہوئی ہیں۔

(۱) جسمانی۔ (۲) ذہنی۔ (۳) اخلاقی اور (۴) روحانی۔

اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہر قسم کی قوت کی نشوونما کو کمال تک پہنچانے کے لئے انتہائی کوشش کرنی ضروری ہے"

پھر فرمایا:-

"بس یہی محنت ہے، یہی جدوجہد ہے، یہی جہاد ہے، یہی کوشش ہے اور یہی جفاکشی ہے جس کی طرف اسلام ہمیں بلاتا ہے"

درحقیقت ہر ایک قسم کی رہنمائی قرآن مجید کی طرف رجوع کرنے سے ملتی ہے۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (انعام) کوئی تر یا خشک چیز ایسی نہیں جو قرآن مجید میں نہ ہو۔ فرمایا لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی (نجم) یعنی ایسا شخص جو اپنی استعداد کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے وہ اپنی کوشش کا نتیجہ ضرور دیکھ لے گا۔ نیز فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت: ۷۰) یعنی خدا کی راہ میں جس نے بھی اجتہاد کیا وہ آخر منزلِ مقصود پر پہنچا۔ نیز اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ کہ اللہ تعالیٰ

کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ پھر فرماتا ہے۔ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (زلزال) جس نے ایک ذرّہ بھی نیکی کی وہ اس کا اجر پائے گا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ قویٰ کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی ان کی نشو و نما ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مکمل اور اتم ضابطۂ حیات اور کامل دستور العمل انسان کو اسلام کی شکل میں دیا ہے۔ پس قرآن مجید کے بیان کردہ طریقوں پر عمل کر کے انسان اپنے قویٰ کی نشو و نما کو کمال تک پہنچا سکتا ہے اور اس کی یہ محنت پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی دنیاوی و اُخروی زندگی میں کامیابی کا باعث بنتی ہے۔

حقیقی دین ایک مکمل عمارت کا نام ہے۔ اور صرف ایک یا دو یا تین قسم کی استعدادوں کی نشو و نما کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک عمارت کی تین دیواریں یا دو دیواریں نہایت پختہ تعمیر کی جائیں اور ایک یا دو دیواریں کھڑی ہی نہ کی جائیں۔ کیا اس طرح وہ عمارت مکمل کہلائے گی؟ یہی مثال دینی عمارت کی ہے۔ اس کے مکمل کرنے کے لئے تمام قویٰ انسانی کی نشو و نما کی ضرورت ہے۔ فرمایا اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل آیت ۳۷) یعنی کان اور آنکھ اور دل اور ایسا ہی تمام اعضاء اور قوتیں جو انسان میں موجود ہیں ان سب کے غیر محل استعمال کرنے سے باز پرس ہوگی اور ہر ایک کی بیشی اور افراط اور تفریط کے بارے میں سوال کیا جائے گا" (براہین احمدیہ) پس انسان کا فطرتی کمال ہر ایک قوت کو اپنے اپنے موقع پر استعمال میں لانا ہے اور اس کے لئے انسانی قویٰ کی نشو و نما اپنی قابلیت کے دائرہ کے اندر اندر نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر دینی اور دنیوی ترقیاں اور کامیابیاں اور انعامات مل نہیں سکتے۔

عارضی اور مستقل زندگی

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کو دو حصوں میں منقسم کر دیا ہے۔ عارضی اور مستقل۔ ارشادِ خداوندی ہے:-

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ (انعام: ۹۹)

"اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے پھر اس کے بعد اس نے تمہارے لئے ایک عارضی ٹھہرنے کی جگہ اور ایک لمبے عرصے تک رہنے کی جگہ مقرر کی ہے"

اور پھر علیحدہ علیحدہ راستے مقرر کر دیئے جن پر چل کر انسان اپنی عارضی زندگی کو کامیاب بنا سکتا ہے۔ اور مستقل زندگی کی کامیابی کے سامان پیدا کر سکتا ہے۔ فرمایا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (شمس) اللہ تعالیٰ نے انسان میں بدی اور نیکی کو پہچاننے اور ان میں امتیاز کرنے کی قابلیت رکھی ہے۔ پس جس نے اس نفس کو پاک رکھا اور اسے نیکی اور بھلائی

کی راہ پر چلایا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اسے ہلاکت
میں ڈالا اور بدی کے راستہ پر چلایا وہ ناکام ہو گیا۔
پھر فرمایا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَ
لِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝
(بلد: ۹-۱۱) کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں نہیں دیں
اور زبان بھی اور دو ہونٹ بھی۔ پھر ہم نے اُسے ہدایت
اور گمراہی کے دونوں راستے بھی بتا دیئے ہیں۔
عارضی زندگی یا طبعی زندگی کا تعلق زیادہ تر جسم
اور ذہن سے ہے اور مستقل زندگی یا روحانی زندگی کا
تعلق زیادہ تر اخلاق اور روحانیات سے ہے۔

رُوح اور جسم کا تعلّق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
اپنے لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں انسان کی
جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتوں پر نہایت ہی عمدہ
پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے۔ حضور نے جسم اور رُوح کے
خاص تعلق کو واضح فرمایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ رُوح
کی ماں جسم ہی ہے اور رُوح بغیر جسم کے کچھ بھی نہیں۔
جب انسان دنیا کی مختصر زندگی کی ترقیات کو بغیر رفاقتِ
جسم حاصل نہیں کر سکتا تو آخرت کی لامتناہی ترقیات کو
بغیر رفاقتِ جسم کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ پھر رُوح کے
افعالِ کاملہ کے صدور کے لئے اسلامی اصول کی رُو سے
جسم کی رفاقت رُوح کے ساتھ دائمی ہے۔
جس طرح آگ پتھر کے اندر مخفی ہوتی ہے اسی طرح
روح بھی ایک نور ہے جو کہ جسم کی نشو و نما کے ساتھ
چمکتا ہے اور جسم میں مخفی ہوتا ہے۔ گویا رُوح کی پیدائش
جسم کی پیدائش کے ساتھ ہی ہے اور اس کی نشو و نما بھی
جسم کی نشو و نما کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ انسان کے
کھانے پینے کے طریقے جہاں اس کے جسم اور ذہن پر
اثر انداز ہوتے ہیں اسی طرح ان کا اثر اخلاق اور روحانی
زندگی پر بھی ہوتا ہے۔ اسی لئے عبادات اور اندرونی
پاکیزگی کے لئے جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور
جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا گیا ہے۔ گویا جسمانی،
ذہنی، اخلاقی اور رُوحانی استعدادیں آپس میں انٹرلنکڈ
(Interlinked) ہیں یعنی باہمی امتزاج رکھتی ہیں۔
انسانی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ وہ اپنی
جسمانی اور ذہنی نشو و نما پہلے کرے اور پھر تدریجی
ترقی کر کے اخلاقیات اور روحانیات کے اعلیٰ درجہ پر
پہنچے اور اپنے خالقِ حقیقی کی محبت اور رضا میں محو
ہو جائے۔ اور یہ سب کچھ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ
علیہ وسلم اور قرآن مجید کی سچی متابعت سے حاصل ہو سکتا
ہے کیونکہ اس صفحہ ہستی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی
ایک ایسے کامل انسان پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے قویٰ
کی نشو و نما میں قرآن مجید کے بیان کردہ اصولوں کے
مطابق کی اور اس مقام کو پایا جہاں نہ کوئی فرد بشر پہنچ سکا
اور نہ کوئی آئندہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے قرب
اور محبت کا انتہائی مقام ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ
کا ختم ہو گیا ہے اور دائرہ استعداداتِ بشریہ کا کمال
مراتب کو پہنچتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مقام
کے متعلق فرماتے ہیں:-

"اور وہ درحقیقت پیدائش الٰہی کے خطِ ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہے۔ حکمتِ الٰہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اُس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم جس کے معنی یہ ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا یعنی کمالاتِ تامہ کا مظہر۔"

(توضیح مرام)

جسمانی قویٰ کی نشو و نما

انسانی قویٰ کی نشو و نما کے سلسلہ میں "رِجَالٌ مِنْ فَارِس" نے قرآن مجید کی تعلیمات اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک اور مطہر حیاتِ مبارکہ کی روشنی میں نہایت اعلیٰ رہنمائی فرمائی ہے۔ حضرت المصلح الموعودؓ اور خلیفۂ وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جسمانی قویٰ کی نشو و نما کا راز جس کے نتیجہ میں انسان صحت مند رہ سکے "ورزش" بیان فرمایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے یکم مارچ ۱۹۷۲ء کو تعلیم الاسلام کالج کی سالانہ کھیلوں کی تقریب پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اسلام دنیا پر غالب آجائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے جسموں کو قوی اور صحتمند بناؤ کیونکہ جسم کی مضبوطی ایک حد تک اخلاق پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور اعلیٰ اخلاق ایک مسلمان کا طرۂ امتیاز ہونا چاہیئے۔"

حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:-

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مونگریاں اور مگدر پھیرا کرتے تھے بلکہ وفات سے دو سال قبل مجھے فرمایا کہ کہیں سے مونگریاں تلاش کرو جسم میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۳۹ء)

ایک مرتبہ فرمایا:-

"ہزاروں کام دنیا کے ایسے ہیں جو صحتِ جسمانی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

پھر فرمایا:-

"ورزشوں کی عادت جو ڈالی جاتی ہے وہ اسلئے ہوتی ہے کہ انسان کے جسم میں چُستی اور پھرتی پیدا ہو اور اسکے اعضاء درست رہیں اور اس کی ہمت بڑھے۔ ورزش سے پسینہ آتا ہے جس سے بہت سے زہر دُور ہوتے ہیں اور اسلئے ورزش کو نظر انداز کر کے کلی طور پر بچہ کو دماغی کام میں لگانا دماغ کو کمزور کرنے کا موجب ہوتا ہے بچپن

میں کھیل کود اور ورزش انسان کی فطرت میں اسی لئے رکھی گئی ہے تاکہ اس کی جسمانی قوت برداشت بڑھ جائے۔"

(الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۳۹ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خطبات کی روشنی میں مندرجہ ذیل باتیں اخذ ہوتی ہیں:۔

۱۔ کوشش کریں کہ کھیلیں ایسی ہوں کہ جو نہ صرف جسمانی قوتوں کو بلکہ ذہنی قوتوں کو بھی فائدہ پہنچانے والی ہوں اور آئندہ زندگی میں بھی ان سے فائدہ اُٹھایا جاسکے۔

۲۔ تیراکی سب سے اعلیٰ ورزش ہے۔ ڈوبتے کو بچانا، بحری فوج میں سہولت اور جہازرانی وغیرہ میں اس سے فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

۳۔ دوڑنا، نشانہ بازی اور سیر و تفریح بھی مفید ورزشیں ہیں جن سے چور وں کو پکڑنے اور فوج وغیرہ میں آئندہ بھی یہ کام آسکتی ہے۔

۴۔ نوجوان حواس خمسہ کی قوتوں کو مشق سے بڑھائیں۔ اس کے لئے مختلف کھیلیں ہیں جو کہ ہر شہر کے سکولوں اور کالجوں میں کھیلی جاتی ہیں۔

۵۔ انسانی صحت دماغ پر خاص اثر کرتی ہے جسمانی اور دماغی آوارگی کو روکیں۔

۶۔ وقار عمل کریں۔

(باقی)

محترم حاجی محمد فاضل صاحب عفا ربوہ

ایک روایت

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خاکسار کو شہر بھیرہ سے اپنے والد صاحب محترم مولوی احمد الدین صاحب رض کے ساتھ جبکہ وہ بھیرہ میونسپل بورڈ ہائی سکول میں عربک ٹیچر تھے قادیان دارالامان جا کر ۱۹۰۳ء میں دونو باپ بیٹے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کرنے کا فخر حاصل ہوا۔ اس کے بعد اس عاجز کو ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۸ء تک کچھ فیضِ صحبت حضرت مسیح موعودؑ رہا۔ اور میرے والد صاحب مکرم کو بھی ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۸ء تک کچھ فیضِ صحبت حضرت مسیح موعودؑ رہا۔ اس کے بعد میرے والد صاحب مرحوم بھیرہ سے تبدیل ہو کر شہر فیروزپور آ گئے اور ۱۹۱۴ء میں انکی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اب آمدم بر اصل مطلب۔ اس عاجز نے رسالہ خالد ماہ نومبر ۱۹۶۰ء میں ذکرِ حبیب صحابی حکیم دین محمد صاحب کا جب پڑھا۔ اُس ذکرِ حبیب میں جب منشی غلام حیدر خانصاحب تحصیلدار پنشنر کا ذکر پڑھا تو مجھے یاد آ گیا کہ منشی غلام حیدر خانصاحب اس عاجز کی خوشدامن صاحبہ صحابیہ کے ماموں زاد بھائی تھے جن کا وطن موضع راکھے ضلع گوجرانوالہ تھا اور ہمارا وطن موضع بوتالہ سردار جھنڈا سنگھ ضلع گوجرانوالہ ہے۔ اس رشتے کی وجہ سے منشی غلام حیدر خانصاحب میری خوشدامن صاحبہ کے بیوہ ہو جانے کی وجہ سے بوتالہ میں تشریف لا کر اُن کی کچھ مدد فرماتے رہتے تھے۔ اس دوران میں منشی غلام حیدر خانصاحب نے ایک عجیب واقعہ سُنایا کہ ڈگلس صاحب بہادر ضلع گورداسپور کے افسر اعلیٰ اور مجسٹریٹ تھے اور پادری مارٹن کلارک نے جب حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف اپنے قتل کا مقدمہ ڈگلس صاحب کی عدالت میں دائر کیا اُسوقت منشی غلام حیدر خان صاحب ڈگلس صاحب کے ریڈر تھے۔ پادری مارٹن کلارک نے ایک شخص مسمی عبدالحمید کو جو مولانا برہان الدین صاحب جہلمی فدائی مسیح موعودؑ کا بھتیجا تھا رشوت دیکر اور ورغلا کر اپنے قبضے میں کر لیا اور اپنا جھوٹا گواہ بنا کر اسکی گواہی دلا دی کہ مرزا صاحب نے قادیان سے مجھے پادری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس جھوٹے گواہ کی گواہی ڈگلس صاحب نے نوٹ متل مقدمہ پر کر لی مگر صاحب بہادر کو عبدالحمید کی گواہی پر تسلی نہ ہوئی۔ چونکہ منشی غلام حیدر صاحب ریڈر ہونیکی وجہ سے صاحب بہادر کے ساتھ ہی سفر میں رہتے تھے انہوں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ڈگلس بٹالہ ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر بڑے حیران پریشان ہو کر ٹہلتے ہیں اور کبھی ویٹنگ روم میں اسی حالت میں چلے جاتے ہیں۔ اس حیرانی اور پریشانی کی حالت کو دیکھ کر منشی غلام حیدر صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ آپ اتنے حیران کیوں ہیں؟ ڈگلس نے جواب دیا کہ میں اس وجہ سے حیران اور پریشان ہوں کہ مسمی عبدالحمید عیسائیوں کے گواہ کی شہادت کے بعد

جب مرزا صاحب کی شکل میرے سامنے آتی ہے تو یہ فقرہ
میری زبان سے نکلتا ہے He is innocent
He is innocent وہ بے گناہ ہے وہ بے گناہ ہے
اور جب پادری مارٹن کلارک کے گواہ مسمی عبدالحمید کی شکل
میرے سامنے آجاتی ہے تو پھر یہ فقرہ میری زبان پر
جاری ہو جاتا ہے He is guilty He is guilty
وہ مجرم ہے وہ مجرم ہے۔ میں اس حیرانی اور پریشانی کی
حالت کو کس طرح دور کروں؟ اس کے جواب میں منشی
غلام حیدر خان صاحب نے صاحب بہادر کو مشورہ دیا کہ
مرزا صاحب کے خلاف عیسائیوں کے گواہ مسمی عبدالحمید کو
عیسائیوں کے قبضے سے نکال کر آپ دو تین دن پولیس
کے حوالے کریں اور پھر اپنی عدالت میں طلب کر کے
دوبارہ شہادت لیں پھر دیکھیں کہ وہ کیا شہادت دیتا
ہے؟ ڈگلس صاحب بہادر نے فرمایا آپ کا یہ مشورہ مجھے
خوب پسند آیا ہے۔ اس مشورے کے مطابق صاحب بہادر
نے عبدالحمید گواہ کو عیسائیوں کے قبضہ سے دو تین
دن کے واسطے نکلوا کر پولیس کے قبضے میں کر دیا پھر
دو تین دن گذرنے کے بعد عبدالحمید گواہ کو اپنی عدالت
میں طلب کر کے اس کی دوبارہ شہادت لی۔ جب عبدالحمید
عدالت میں بیان دینے کے لئے حاضر ہوا تو صاحب
بہادر کے پاؤں پر گر پڑا اور اپنی زبان سے یہ شہادت
دینے لگا کہ حضور عالی! میرا پہلا بیان جبکہ میں عیسائیوں
کے قبضے میں تھا وہ جھوٹا ہے کہ میں قادیان سے
مرزا صاحب کے کہنے پر پادری مارٹن کلارک کے قتل
کرنے کا ارادہ لیکر آیا ہوں۔ اس وقت چونکہ میں
عیسائیوں کے پاس اترا ہوا تھا اور وہ مجھے کھلاتے
پلاتے تھے اور رشوت دیتے تھے اسلئے عیسائیوں
کے منشاء کے مطابق میں نے وہ بیان دیا تھا حضور عالی
میرا وہ بیان بالکل غلط ہے کہ مجھ کو مرزا صاحب نے
پادری مارٹن کلارک کے قتل کرنے کے واسطے قادیان
سے یہاں بھیجا ہے۔ گواہ عبدالحمید کا یہ دوسرا بیان
سن کر ڈگلس کو پورا اطمینان اور تسلی ہو گئی۔ اور گواہ
عبدالحمید کے پہلے بیان پر جب کہ وہ عیسائیوں کے قبضے
میں تھا وہ بالکل جھوٹا بیان خلاف مرزا صاحب پورا
پورا ثابت ہو گیا۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کو صاحب
بہادر نے عزت کے ساتھ بری کر دیا اور مرزا صاحب
کو فرمایا کہ آپ واپس اپنے گھر تشریف لے جاویں اب
مقدمہ آپ کا ختم ہے۔ پھر حضرت مرزا صاحب عزت
کے ساتھ واپس قادیان تشریف لے گئے اور یہ نظم اپنی
درثمین میں لکھ دی ؎

تم نے تو مجھ کو قتل کرانے کی ٹھانی تھی
یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانی تھی
ہوگا تمہیں کلارک کا بھی وقت خوب یاد
جب مجھ پہ کی تھی تہمتِ خوں ازرہِ فساد
تھے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کھینچا جائے
یا تم کو ایک فخر سے یہ بات ہاتھ آئے
پر وہ خدا جو عاجز و مسکیں کا ہے خدا
حاکم کے دل کو میری طرف اُس نے کر دیا
ڈگلس پہ میرا حال بریت کا کھل گیا
عزت کے ساتھ تب میں وہاں سے بری ہوا

جناب منصور احمد عمر
ربوہ

عظیم جرمن ادیب اور مفکّر ـــ گوئٹے

یوہان ولف گنگ گوئٹے (Johann Wolf-gang Goethe) جرمنی کا سب سے بڑا ادیب، شاعر اور مفکر گزرا ہے۔ وہ ۱۷۴۹ء میں فرانکفرٹ میں پیدا ہوا۔ گوئٹے کو بچپن ہی سے مشاہدے اور تحقیق کا شوق تھا وہ بچپن ہی سے شعر کہتا تھا۔ شیکسپیئر کے مطالعہ کے بعد اُسے ڈراموں کا شوق ہوا۔ اُس نے قانون کی تعلیم بھی حاصل کی اور حکومت میں ممتاز عہدوں پر فائز بھی رہا۔ گوئٹے کی تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ ہے۔ اسکی مشہور نظم "فاؤسٹ" کا دنیا کی تقریباً ہر زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اُردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ موجود ہے۔ نپولین اسکی تحریر کا بڑا مداح تھا۔ گوئٹے نے مشرق کی طرف بھی توجہ دی۔ اس نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا اور مشہور فارسی شاعر حافظ شیرازی کے کلام کو بھی پڑھا۔ وہ حافظ کا ایک گہرا دوست تھا۔ پاکستان میں جرمن کلچر سنٹر "گوئٹے" کے نام ہی سے موسوم ہے۔ اُس نے ۱۸۳۲ء میں ۸۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اُسکے آخری الفاظ ایک افسانے کی طرح مشہور ہیں "زیادہ روشنی ـــ!" معاشرہ کی بہبود کے بارہ میں گوئٹے کا ایک نظریہ ایک مختصر تحریر سے ترجمہ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

"میرے خیال میں ہر انسان کو پہلا اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ اگر ہر انسان انفرادی طور پر بہتر اور خوشحال ہو جائے تو یہی معاشرہ کی بہبودی ہے۔ معاشرہ کی بہبود کے بارہ میں اس کے علاوہ میں کسی نظریہ کا قائل نہیں ہوں۔ اگر ہر انسان اپنے فرض کو پہچاننے لگے اور اپنے پیشہ میں دیانتدار و مخلص ہو تو سارا معاشرہ خود بخود بہتر ہو جائیگا۔ میرا اپنا پیشہ تالیف و تصنیف ہے۔ میں نے اپنے کام کے دوران کبھی یہ نہیں سوچا کہ عوام کی مرضی کیا ہے اور میں کس طرح لوگوں کو خوش کر سکتا ہوں!! بلکہ میں نے ہمیشہ خود کو انصاف پسند اور بہتر اور اپنی شخصیت کو ممتاز بنانیکی کوشش کی ہے اور میں نے جس چیز کو حقیقت اور بہتر جانا اُسے تحریر کا لباس پہنایا۔ میں اس بات کا برملا اظہار کرتا ہوں کہ میرے اس طریق نے میرے وسیع حلقۂ احباب میں ایک اچھا اثر پیدا کیا اور یہ طریق اُنکے لئے سُود مند ثابت ہوا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرا ہرگز یہ مدّعا نہیں تھا کہ میری تحریرات لوگوں پر اچھا اثر ڈالیں اور اُن کے لئے فائدہ مند ثابت ہوں۔ یہ تو دراصل میری اس تحریر کا لازمی نتیجہ تھا جو میں نے اپنی شخصیت کو بہتر اور اپنے پیشہ میں خود کو مخلص اور دیانتدار بنانیکی کوشش کی تھی اور یہ نتیجہ لازماً ہر کام کا نکلا کرتا ہے۔ ایک مصنّف کی حیثیت سے اگر میں یہ سوچتا کہ عوام کی مرضی کیا ہے اور انہیں خوش کرنا میرا مدعا ہوتا تو میں وہ کام نہ کر پاتا جو میں نے کیا ہے بلکہ لوگوں کے سامنے محض داستانیں اور افسانے ہی پیش کرتا جو انہیں وقتی طور پر مسحور کر دیں۔

(س۔ع۔ج)

نقد و نظر

(تبصرہ کے لئے ہر کتاب یا رسالے کی دو کاپیاں آنا ضروری ہیں۔ ادارہ)

شمائلِ احمدؑ

حال ہی میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے شمائل احمدؑ کے نام سے ۱۰۸ صفحات کی ایک خوبصورت کتاب شائع کی ہے جس میں آسان اور سلیس انداز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کو حضورؑ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن شعبہ اطفال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان کی طرف سے ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اس مختصر سی کتاب کے مفید اور مستند ہونے کے بارے میں اتنا ذکر کرنا ہی کافی ہے کہ اس کی ترتیب و تدوین حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ کی ہدایات اور قیمتی مشوروں کی روشنی میں کی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "طفولیت کا زمانہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے مناسب اور موزوں ترین ہوتا ہے"۔ اس عمر میں بچہ جو کچھ سیکھتا ہے اس کا گہرا اثر اس کی آئندہ زندگی پر ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں بچہ جس مثالی کردار کی تصویر اپنے ذہن پر مرتسم کرتا ہے آئندہ زندگی میں بچہ اسی کردار کو اپنا IDEAL قرار دیکر اس کی مطابقت کے لئے شعوری اور لاشعوری کوشش کرتا ہے۔

اس کتاب میں جن اخلاقی عناوین کے تحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کے مطالعہ سے بچے کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صادق اور منجانب اللہ ہونے پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان کے علاوہ آپؑ کی ذات سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ جو پُر خلوص اطاعت کی رُوح ہے۔

اس کتاب میں حضورؑ کی پاکیزہ زندگی کے متعلق جو چھوٹے چھوٹے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ نہ صرف بچے کی دلچسپی کو قائم رکھتے ہیں بلکہ ان کا اثر وعظ و نصیحت کے عمومی انداز سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ والدین اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت کے لئے اپنے پیارے بچوں کو ضرور یہ تحفہ منگوا کر دیں گے۔

قیمت :- ایک روپیہ

منگوانے کا پتہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

ساونیر ۱۹۷۱ء

"نصرت جہاں نمبر"

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی نے اپنے پندرھویں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ساونیر کا نصرت جہاں نمبر نہایت آب و تاب سے شائع کیا ہے۔ اس نمبر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آپ کو نصرت جہاں "آگے بڑھو" سکیم کے پس منظر، ابتداء اور مختصر عرصے میں اِس الہامی سکیم کی مقبولیت، ذرائع کے حصول ـــــ اور خوشکن اور ایمان افروز نتائج ـــــ یکجا ملیں گے۔

مغربی افریقہ کے متعدد ممالک کے حالیہ دَورہ میں سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اہلِ افریقہ سے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی ان کے ممالک کی بہبود کے لئے جماعت کی طرف سے متعدد تعلیمی اور طبی مراکز قائم کئے جائیں گے۔ حضور نے الٰہی منشاء کے مطابق جماعت کو کم از کم ایک لاکھ پاؤنڈ مذکورہ وعدوں کی تکمیل کے لئے جمع کرنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس مختصر عرصے میں ۱۰ سیکنڈری سکول اور ۱۶ ہیلتھ سنٹر مغربی افریقہ میں کھل چکے ہیں۔

بیش قیمت تصاویر سے آراستہ، اعداد و شمار پر مشتمل، ترتیب و تدوین عمدہ اور قابلِ تعریف۔ احمدیت کی تاریخ محفوظ کرنے کے لئے بلند پایہ دستاویز ہے۔

ملنے کا پتہ :۔ مجلس خدام الاحمدیہ کراچی

قیمت درج نہیں ہے۔

تجاویز

برائے

شوریٰ خدام الاحمدیہ

خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر شوریٰ کا انعقاد ہوگا۔ قائدین مجالس مقامی، قائدین اضلاع اور قائدین علاقہ سے التماس ہے کہ شوریٰ کے لئے تجاویز بھجوا کر شکریہ کا موقع دیں۔ دفتر مرکزیہ میں تجاویز بھجوانے کی آخری تاریخ ۲ر تبوک ۱۳۵۱ھش مطابق ۲ر ستمبر ۱۹۷۲ء ہے۔

اللہ بخش شاہد
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

مرکز کی آواز

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

امسال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع مورخہ ۵-۶-۷/اخاء/اکتوبر ۱۳۵۱ہش ۱۹۷۲ء بروز جمعرات جمعہ اور ہفتہ ہو رہا ہے۔

اس اجتماع کا مقصد احمدی نوجوانوں کے اندر صحیح اسلامی رُوح پیدا کرنا اور ان کی قوتِ عمل کو بیدار کرنا ہے۔ خدام تین دن ایک مقررہ پروگرام کے مطابق پاکیزہ ماحول میں گزارتے ہیں۔ اس طرح اس اجتماع میں شرکت بے شمار برکات کا موجب بنتی ہے۔ مرکز سلسلہ میں آ کر تین دن ایک پاکیزہ ماحول میں گزارنا فی ذاتہ ایک ایسی سعادت ہے جو کئی قسم کی روحانی کمزوریاں دُور کرنے اور نیکیاں اختیار کرنے کا باعث بنتی ہے پنجگانہ نماز باجماعت اور نماز تہجد کی ادائیگی، قرآن کریم، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ملفوظات حضرت امام الزمان علیہ السلام کے درس، ذکر حبیب، علمی اور تربیتی تقاریر، سوال و جواب کی دلچسپ مجلس، متعدد علمی اور ورزشی مقابلہ جات وغیرہ ہمارے پروگرام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ اجتماع میں ہمارے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے خدام میں رونق افروز ہوں گے (انشاء اللہ) اور شامل ہونے والے خدام نہ صرف حضور کی زیارت سے بہرہ ور ہوں گے بلکہ حضور کے ارشاداتِ عالیہ سے بھی مستفید ہوں گے۔

پس اس مبارک اجتماع کی برکات سے خود بھی فائدہ اُٹھائیں اور اپنے دوسرے خدام بھائیوں کو بھی اس میں شامل کر کے برکات کے حصول میں ان کی مدد کریں۔ اس اجتماع میں مجالس کا شامل ہونا کتنا ضروری ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد سے واضح ہے۔ فرمایا:-

"میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کو اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ پورا تعاون کرنا چاہیئے اور ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ گو ہر جماعت کے نوجوان سارے تو اجتماع میں شامل نہیں ہو سکتے لیکن ان کا ایک ایک نمائندہ اس اجتماع میں ضرور پہنچے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱/اخاء/اکتوبر ۱۳۴۸ہش ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)

پس اجتماع میں مجالس اور خدام کی نمائندگی کے لئے بھرپور کوشش کی جائے اور عہدیداران درج ذیل امور کو مدنظر رکھیں :۔

ا۔ خدام کو اجتماع کی تاریخوں کے بارہ میں اطلاع دی جائے اور انہیں اجتماع میں شمولیت کی تحریک کی جائے۔

ب۔ یہ بات خدام کو اچھی طرح ذہن نشین کرادی جائے کہ امسال اجتماع کا پہلا دن جمعرات ہے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز انشاء اللہ العزیز ۵؍اخاء/اکتوبر ۱۱½ بجے قبل دوپہر افتتاح فرمائیں گے اسلئے خدام کوشش کریں کہ مؤرخہ ۴؍اخاء/اکتوبر بروز بدھ شام تک ربوہ پہنچ جائیں۔

ج۔ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق ساری مجالس کی اجتماع میں نمائندگی کی کوشش کی جائے۔ گزشتہ سال تقریباً ۸۰ فیصد مجالس کی نمائندگی ہوئی تھی۔ امسال کوشش فرمائیں کہ حضور پرنور کے ارشاد کی تعمیل میں سو فیصد مجالس شامل ہوں۔

د۔ ایسی مجالس جو گزشتہ سال اجتماع میں شامل نہیں ہوئی تھیں اُن کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس سال بھی سستی کا مظاہرہ کر کے اجتماع کی برکات سے محروم رہیں۔

س۔ مجالس میں شوریٰ کے نمائندگان کا انتخاب کرایا جائے کیونکہ شوریٰ کے نمائندگان سے اجتماع کی نمائندگی بڑھ سکتی ہے۔ ایسی مجالس جہاں خدام کی تعداد بیس یا اس سے کم ہے وہاں صرف قائد مجلس نمائندہ ہوگا اسلئے وہاں انتخاب کی ضرورت نہیں۔ ۲۰ سے ۴۰ خدام والی مجالس میں دو نمائندے ہوں گے جن میں سے ایک قائد مجلس ہوگا اور صرف دوسرے کا انتخاب ہوگا۔ اسی طرح ہر بیس یا بیس کی کسر پر ایک نمائندہ زائد ہوتا جائیگا اگر کسی مجلس کے قائد خود اجتماع میں شامل نہ ہو رہے ہوں تو اُن کے متبادل نمائندے کا بھی انتخاب ہوگا۔

ش۔ ایسے خدام جو کسی مجلس میں شامل نہیں ان سے رابطہ پیدا کیا جائے اور اُن کی نمائندگی کی کوشش کی جائے نیز اُن کے پتہ جات مرکز میں ارسال کئے جائیں۔

ص۔ ایسے خدام کو خاص طور پر اجتماع میں شمولیت کی تحریک کی جائے جو اَب تک کبھی مرکزی اجتماع میں شامل نہیں ہوئے۔

ض۔ خدام کو اجتماع میں ہونے والے علمی اور ورزشی مقابلہ جات کے لئے تیار کیا جائے۔

ط۔ شوریٰ کے لئے تجاویز مرکز میں ۲۰؍تبوک/ستمبر تک پہنچا دی جائیں۔

شعبۂ اعتماد

ا۔ مجالس کی ماہانہ رپورٹ کارگزاری مرکز میں ہر ماہ

کی ۵ تاریخ تک پہنچنی چاہیئے ۔ لہذا قائدین کرام بروقت رپورٹ ارسال فرمادیں۔

ب۔ ایسی مجالس جنہوں نے ابھی تک مرکز کو ایک رپورٹ بھی نہیں بھیجی اُن کی طرف قائدین اضلاع اور نگران حلقہ جات خاص توجہ دیں۔

ج۔ جن مجالس میں ابھی تک انتخاب قائد نہیں ہوا وہاں انتخاب کرواکر مرکز سے منظوری حاصل کی جائے

د۔ قائدین مجالس عاملہ مقرر کرکے مرکز سے منظوری حاصل کریں۔

س۔ مجالس سے خدام کا رابطہ مضبوط ہونا چاہیئے آپ کوشش فرمائیں کہ آپ کی مجلس کے تمام خدام نماز باجماعت ادا کرنے کیلئے مساجد میں آئیں ۔ آپ کے اجلاس عام اور تربیتی کلاسز میں شریک ہوں ۔ شہری مجالس اس طرف خاص توجہ فرمائیں۔

شعبۂ تعلیم

ا۔ سالانہ امتحانات مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔
اِن امتحانات کا مقصد یہ ہے کہ نوجوانوں کو دین کا علم حاصل ہو اسلئے اِن امتحانات کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے آپ کوشش کریں کہ آپ کی مجلس کے زیادہ سے زیادہ خدام اِن امتحانات میں شامل ہوں ۔ یہ امتحان ۲۸ ظہور/اگست کو ہو رہے ہیں۔

ب۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔
حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے اور مجالس ان کتب کا امتحان لیا کریں۔

اِس بات کی تحریک کی جائیگی کہ خدام ہر ماہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک کتاب خریدیں۔

شعبۂ تربیت

ا۔ مساجد کو آباد کیا جائے ۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" نمازوں کے متعلق سختی سے پابندی کی جائے اور ہر ایک شخص کے متعلق نوٹ لیا جائے کہ وہ باجماعت نماز ادا کرتا ہے یا نہیں"

ب۔ خدام میں دُعا کرنے کی عادت پیدا کی جائے۔

شعبۂ اصلاح وارشاد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔
" اگرچہ اپنے فرض کا ایک حصہ بذریعہ تحریروں کے ہم نے پورا کر دیا ہے مگر تاہم ایک بڑا ضروری حصہ باقی ہے کہ عوام الناس کے کانوں تک ایک دفعہ خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا جاوے کیونکہ عوام الناس میں ایک بڑا حصہ ایسے لوگوں کا ہوتا ہے جو کہ تعصب اور تکبر وغیرہ سے خالی

ہوتے ہیں اور محض مولویوں کے کہنے سننے سے وہ حق سے محروم رہتے ہیں۔ جو کچھ یہ مولوی کہہ دیتے ہیں اُسے آمنّا وصدّقنا کہہ کر مان لیتے ہیں۔ ہماری طرف کی باتوں اور دعووں اور دلیلوں سے محض نا آشنا ہوتے ہیں اسلئے ارادہ ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں جاکر بذریعہ تقریر کے لوگوں پر اتمام حجت کی جاوے اور ان کو بتلایا جاوے کہ ہمارے مامور ہونے کی غرض کیا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں۔"

(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۳۱۲-۳۱۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس ارشاد کی روشنی میں ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ عوام الناس جو تعصب اور تکبر سے خالی ہیں اُن تک خدا تعالےٰ کا پیغام پہنچا دیا جائے۔

شعبۂ خدمتِ خلق

اپنے ماحول میں غیر از جماعت احباب سے تعارف پیدا کیا جائے اور خدمتِ خلق کے دائرے کو وسیع کیا جائے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"جو تبلیغی جماعتیں ہوتی ہیں اُن کے لئے یہ بہت ہی ضروری ہوتا ہے کہ وہ ساری قوموں سے حُسنِ سلوک کریں اور کسی کو بھی اپنے دائرۂ احسان سے باہر نہ نکالیں تا تمام قومیں اُن کی مداح بنیں۔ پس وہ خدمتِ خلق کے کاموں میں مذہب وملّت کے امتیاز کے بغیر حصّہ لیں اور جماعت کے جو اغراض ومقاصد ہیں اُن کو ایسی وفاداری کے ساتھ لیکر کھڑے ہو جائیں کہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں ان کے لئے اپنی جان قربان کر دینا کوئی دوبھر نہ ہو۔"

(الفضل ۲۲ اپریل سنہ ۱۹۳۸ء)

پھر فرمایا:۔

"خدمتِ خلق سے خدمتِ احمدیّت مراد نہیں۔ خدا تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ تم اس کے سارے بندوں کی خدمت کرو خواہ وہ کسی مذہب اور ملّت کے ہوں۔ اگر تمہارا کوئی دشمن بھی ہے تو بھی اُس کی مصیبت کے وقت مدد کرو۔" (مشعلِ راہ چھوٹا سائز صفحہ ۱۳۵)

پس نہ صرف یہ کہ خدمتِ خلق کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے بلکہ ایسے پروگرام بنائے جائیں جن سے زیادہ سے زیادہ خدمتِ خلق ہو سکے۔

شعبۂ وقارِ عمل

اپنے اپنے حلقوں میں مثالی وقارِ عمل منانے کا

اہتمام کیا جائے۔

شعبۂ اطفال

ا۔ ماہانہ رپورٹس بہت کم آرہی ہیں اس طرف خاص توجہ دی جائے۔

ب۔ "یاد رکھنے کی باتیں" کا امتحان ۱۴ اگست تک زبانی لیکر مرکز میں رپورٹ کریں۔

ج۔ اطفال کے چندہ وقفِ جدید کو اس معیار پر لایا جائے جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مقرر فرمایا ہے۔

د۔ اطفال کو سالانہ اجتماع میں شامل کیا جائے یہ سالانہ اجتماع ۵-۶-۷ اکتوبر ۱۹۷۲ء بروز جمعرات، جمعہ اور ہفتہ منعقد ہو رہا ہے

آخر میں خاکسار اپنے قابلِ احترام خدام بھائیوں سے درخواست کرتا ہے کہ آپ سلسلہ کے کاموں کے لئے بطیبِ خاطر وقت دیا کریں اور دین کی خدمت کو خدا کا فضل شمار کریں۔ جب بھی آپ کو نظام کی طرف سے کسی کام کے لئے بلایا جائے تو اپنے عہد الفاظ کو ذہن میں دہرائیں اور خدمت پر کمر بستہ ہو جائیں۔ عمر کا یہ حصہ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں کام کرنے کا بہترین زمانہ ہے۔ پس آئیے ہم اس بات کا عہد کریں کہ ہم اپنی زندگی میں خدا کے دین کی سربلندی کے لئے حتی المقدور کوشش کرتے رہیں گے انشاء اللہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روحانی فرزند آپ کو ان الفاظ میں مخاطب کر رہا ہے ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

کہ اے جوانو! خوب کام کرو تا دینِ اسلام میں قوت پیدا ہو اور ملتِ اسلامیہ کے باغ میں بہار اور رونق آجائے۔"

خدا تعالیٰ ہمیں ایسی ہی مقبول کوششوں کی توفیق عطا کرے۔ آمین

اللہ بخش شاہد
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

کیا آپ نے سالانہ اجتماع کا چندہ ادا کر دیا ہے؟

جیسا کہ تمام خدام کو علم ہے کہ ان کا سالانہ اجتماع اب بالکل قریب آگیا ہے اور اجتماع کے ابتدائی اخراجات شروع ہو چکے ہیں تمام خدام کو یہ جائزہ لینا چاہیئے کہ اگر انہوں نے اپنا سالانہ چندہ ادا نہیں کیا تو جلد از جلد مکرم قائد صاحب یا ناظم صاحب مال کو اپنا چندہ ادا فرما دیں تاکہ اجتماع کے انتظامات میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

مہتمم مال
خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

اخبارِ مجالس

مجلس خدام الاحمدیہ میرپور خاص و حیدرآباد

ورزشی مقابلے:-

مورخہ ۲۱ جولائی کو میرپور خاص اور حیدرآباد کی مجالس خدام الاحمدیہ کا مشترکہ پکنک پروگرام انعقاد پذیر ہوا۔ اُس دن موسم کافی سُہانا تھا۔ سارا دن بوندا باندی ہوتی رہی۔ چنانچہ اس لحاظ سے تمام خدام اس پروگرام سے بہت لطف اندوز ہوئے۔ قبل ازیں محترم قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ حیدرآباد کی طرف سے یہ اطلاع دی گئی کہ اس روز خدام کے ورزشی مقابلہ جات بھی منعقد ہوں گے۔ چنانچہ ان مقابلوں میں شرکت کے لئے بھی خوب تیاری کی گئی —— دونوں مجالس کے قائدین نے باہم صلاح و مشورے سے مقابلہ جات کا پروگرام طے کیا۔ سب سے پہلے ایک سَو گز لمبی دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ جس میں مجلس میرپور خاص کے خادم منیر احمد نے اوّل پوزیشن حاصل کی۔ ازاں بعد حیدرآباد اور میرپور خاص کی ٹیموں کے مابین والی بال کا شاندار مقابلہ ہوا۔ جس میں میرپور خاص کی ٹیم نے برتری حاصل کی۔ والی بال کے بعد کبڈی کا مقابلہ تھا۔ یہ کھیل کافی دلچسپ تھا۔ ارد گرد کے دیہات سے کافی لوگ اس کھیل کو دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ اس مقابلہ میں حیدرآباد کی ٹیم نے چار نمبروں کی زیادتی سے میرپور خاص پر فوقیت حاصل کی۔

تیراکی کے مقابلہ میں پندرہ خدام نے شرکت کی۔ اس مقابلہ میں مجلس میرپور خاص کے خادم چوہدری محمد صدیق اوّل قرار پائے۔

۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ نوشہرہ چھاؤنی

تربیتی اجتماع:-

مجالس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ نوشہرہ چھاؤنی کا ایک نہایت کامیاب تربیتی اجتماع مورخہ ۲۳ جون کو بعد از نماز جمعہ شروع ہوا۔ پہلے اجلاس کی صدارت محترم ڈاکٹر عبدالقیوم صاحب امیر جماعت احمدیہ نوشہرہ چھاؤنی نے کی۔ اجلاس کا آغاز ندیم اسلم ارشد نے تلاوتِ کلام پاک سے کیا جس کے بعد خدام کا عہد دُہرایا گیا۔ ازاں بعد محترم مرزا مبارک احمد صاحب (معتمد) نے مذکورہ اجلاس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ یہ اجلاس خدام اور اطفال کو اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے کام کرنے کی ترغیب دینے کے وسیع پروگرام کی ایک کڑی ہے۔ اسکے بعد محترم صدر صاحب جلسہ نے خدام و اطفال سے خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ قرآن پاک تمام علوم روحانی و مادی کا سرچشمہ ہے۔ ہمیں سب کچھ اس مقدس کتاب سے سیکھنا چاہیئے اور دل و جان سے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ آپ نے نماز باجماعت کی اہمیت کو بھی نہایت دلنشین انداز میں خدام پر واضح کیا۔

دوسرا اجلاس

اس تربیتی اجتماع کا دوسرا اجلاس اسی روز بعد از نماز مغرب محترم مرزا عبد الحفیظ صاحب ایڈووکیٹ نائب امیر جماعت احمدیہ نوشہرہ چھاؤنی کی صدارت میں ہوا۔ اس اجلاس میں خدام و اطفال کے تقریری مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ اجلاس کا آغاز فہیم لودھی نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ تلاوت کے بعد محترم ڈاکٹر منیر احمد صاحب قائد ضلع (جو کہ خاص طور پر اس اجلاس میں شرکت کے لئے پبی سے تشریف لائے تھے) نے خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنی تقریر میں خدام و اطفال کو حضور کی تحریکات کی طرف توجہ دلائی۔ قائد صاحب ضلع کے خطاب کے بعد خدام و اطفال کے تقریری مقابلے ہوئے نتیجہ حسب ذیل رہا:۔

۱۔ تقریری مقابلہ (خدام) :۔

اول	دوم	سوم
محمد اقبال صاحب	مرزا مبارک احمد صاحب	مبشر الرحمٰن لودھی صاحب

۲۔ تقریری مقابلہ (اطفال) :۔

اول	دوم	سوم
فہیم لودھی صاحب	جاوید چوہدری صاحب	نعیم لودھی صاحب

۳۔ دینی معلومات کے پرچے میں :۔

اول	دوم	سوم
اقبال احمد صاحب	جاوید اسلم صاحب	تنویر اسلم صاحب

(حوصلہ افزائی کا انعام بابو صاحب ٹوپی کو دیا گیا۔)

تقسیم انعامات کے بعد اجتماعی دعا ہوئی جس کے بعد یہ تربیتی اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

۳۔ مجلس خدام الاحمدیہ خانپور (ضلع رحیم یار خان)

ہفتہ تعلیم و تربیت :۔

مرکزی ہدایت کے مطابق مورخہ ۲ر جولائی سے ۸ر جولائی تک ہفتہ تعلیم و تربیت منایا گیا۔ اس دوران روزانہ قرآن پاک اور احادیث نبویہ کا درس دیا جاتا رہا۔ دوران ہفتہ تمام خدام کا ایک اجلاس عام بھی منعقد کیا گیا جس میں ملک حکیم الدین صاحب، بشارت احمد صاحب، جیدو قریشی صاحب اور پروفیسر ناصر احمد صاحب سابق قائد علاقائی صوبہ سرحد نے تقاریر کیں۔ اس ہفتہ میں تمام خدام نے ایک ایک حدیث یاد کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی کتاب کے بیس صفحات کا مطالعہ کیا۔ مورخہ ۷ر جولائی کو شہر سے سترہ میل دور ایک نہر پر پکنک بھی منائی گئی جس میں خدام نے نہایت ذوق و شوق سے حصہ لیا۔

تربیتی کلاس :۔

مورخہ ۱۴ر جولائی کو محترم مبارک احمد صاحب مہتمم مال مرکزیہ اور محترم عبد المجید مہتمم تجنید مرکزیہ اپنے ایک روزہ دورے پر خانپور تشریف لائے۔ اس موقع پر اجلاس عام، تربیتی کلاس اور مجلس عاملہ کے اجلاس کا اہتمام کیا گیا۔ معزز مرکزی نمائندگان نے اجلاس عام میں خدام سے خطاب کیا۔ اجلاس عام کے بعد ایک مختصر تربیتی کلاس کا انعقاد عمل میں لایا گیا جس میں خدام نے مختلف موضوعات پر تقاریر کیں۔ ازاں بعد خدام کی تعلیمی قابلیت کا جائزہ لیا گیا اور انہیں مرکزی امتحانات

کی تیاری اور اُن میں شمولیت کی تحریک کی گئی۔

ہفتہ وصولی چندہ:۔

مرکز کی ہدایت کے مطابق یکم جون سے ۷ جون تک ہفتہ وصولی منایا گیا۔ اس ہفتہ مجلس عاملہ کے ارکان وفود کی صورت میں خدام کے گھر پہنچے اور اس ہفتہ کو کامیاب بنانے کی پوری کوشش کی۔

۴۔ مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور شہر

سالانہ تقریب:۔

سالانہ تقریب کا پروگرام مؤرخہ ۲۳ جون (بمطابق ۲۳ احسان) بعد از نماز جمعہ مسجد فضل میں شروع ہوا۔ اس موقع پر مسجد کو مختلف قطعات اور کپڑے کے بینروں سے سجایا گیا تھا جن پر حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور فرمودات لکھے ہوئے تھے۔ اس تقریب کی صدارت محترم پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے فرمائی۔

تلاوت، نظم اور عہد کے بعد سید عبد الماجد صاحب نے ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ کا درس دیا۔ ازاں بعد مشعلِ راہ سے چند اقتباسات پڑھ کر سنائے گئے۔ جس کے بعد مکرم قائد صاحب مجلس نے مختصر رپورٹ کارگزاری خدام الاحمدیہ بابت سال ۱۹۷۱-۷۲ء / ۱۳۵۰-۵۱ ہش پڑھی۔ بعدہٗ محترم صدر صاحب نے دورانِ سال بہترین کام کرنے والے خدام میں انعامات تقسیم فرمائے۔ تقسیم انعامات کے بعد صدرِ محترم نے خدام کو بیش قیمت نصائح سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ "دنیا میں کسی جگہ، کسی وقت یا کسی شعبہ میں

محض زبان سے اقرار کرنا کافی نہیں جب تک اس کا عملی اظہار نہ ہو۔ ہمارا ہر فعل ہمارے قول کے مطابق ہونا چاہیئے۔ ہمیں جھوٹ سے اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ جھوٹ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرتوں پر یقین نہیں حالانکہ ہم زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے"۔ آپ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ ہمارے ہر عمل سے خدا تعالیٰ کی حقانیت اور اس کی وحدانیت کا اظہار ہونا چاہیئے"۔ آپ نے خدام کو اُن کی عظیم ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے وجود کے اظہار کے لئے ہم پر دو قسم کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں (۱) اندرونِ جماعت (۲) بیرونِ جماعت۔

(۱) اندرونِ جماعت ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم ہر وقت اپنے آپ کا جائزہ لیتے رہیں کہ آیا ہمارا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان کا عملی اظہار کرتا ہے یا نہیں؟ سب سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرنی چاہیئے اور اس کے بعد اپنے دیگر احمدی دوستوں کی تربیت کا پروگرام بنایا جائے۔

(۲) بیرونِ جماعت اللہ تعالیٰ کی شان کا اظہار کرنے کے لئے ہمیں دو طریقوں سے کام لینا چاہیئے۔

(ا) غیر از جماعت لوگوں کی بلا تمیز مذہب و ملت خدمت کی جائے (ب) غیر احمدی احباب سے رابطہ پیدا کیا جائے۔

آپ نے فرمایا کہ تبلیغی جماعت کے لئے بے حد ضروری ہے کہ وہ خدمتِ خلق کرے۔ آپ نے حضرت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کی جاری فرمودہ تحریک در تبلیغ براہِ بحث کے بارے
میں مختلف ہدایات دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سکیم کو نافذ
کرنے کے لئے انتہائی سوچ اور عقل کی ضرورت ہے۔

صدر محترم کے اس رُوح پرور خطاب کے بعد
اجتماعی دعا ہوئی جس کے بعد اجلاس برخاست ہُوا۔
اس تقریب میں خدام و اطفال کے علاوہ انصار اور
مستورات نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ خدام کی
حاضری ۸۰٪ تھی۔

۵۔ مجلس خدام الاحمدیہ بھون

تربیتی کلاس :-

مجلس خدام الاحمدیہ بھون کے تحت ایک
دو روزہ تربیتی کلاس مورخہ ۲۶-۲۷ مارچ کو
انعقاد پذیر ہوئی۔ اس کلاس کا افتتاح مکرم
محمود احمد صاحب قائد ضلع جہلم نے کیا۔ مکرم محمد الدین
صاحب ناز مہتمم امورِ طلباء نے مرکزی نمائندہ کی
حیثیت سے اس کلاس میں شرکت کی اور خدام سے
خطاب فرمایا۔ اس کلاس میں خدام کو نماز سادہ و
باترجمہ سکھانے کے علاوہ مختلف دینی اور اختلافی
مسائل بھی سمجھائے گئے۔ علاوہ ازیں خدام کو سورۃ
بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات بھی یاد کروائی گئیں۔
دورانِ کلاس مکرم محمد علی صاحب بھروانہ مربی جہلم
اور مکرم صفی الرحمٰن صاحب خورشید مربی چکوال
نے تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ کلاس کے
اختتام پر خدام کے مقابلہ جات منعقد ہوئے۔
جن میں امتیاز حاصل کرنے والوں کو انعامات
دیئے گئے۔

۶۔ مجلس خدام الاحمدیہ خوشاب

تربیتی کلاس :-

مورخہ ۱۶ رجون کو بعد نماز جمعہ مجلس
خدام الاحمدیہ خوشاب کی سالانہ تربیتی کلاس
کا افتتاح عمل میں آیا۔ کلاس کی افتتاحی تقریب
میں مکرم بشیر احمد صاحب قمر مربی ضلع سرگودھا اور
مکرم چوہدری ریاض احمد خان صاحب قائد ضلع
سرگودھا نے بھی شرکت کی۔ دورانِ کلاس
قرآن پاک، احادیثِ نبویہ اور کتب سلسلہ کا درس
دیا جاتا رہا۔ علاوہ بریں خدام کو قرآنی دعائیں بھی
یاد کروائی گئیں۔

مورخہ ۲۴ رجون کو ایک اجتماعی وقار عمل
بھی منایا گیا۔ جس میں مسجد کی صفائی کی گئی اور اسے
خوبصورت تعلیمی اور تبلیغی چارٹس سے مزین کیا گیا۔

کلاس کی اختتامی کارروائی میں شرکت کیلئے
محترم پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس
خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ سے تشریف لائے اور
اختتامی اجلاس کی صدارت فرمائی۔ محترم معتمد
صاحب مرکزیہ اور محترم مہتمم صاحب تعلیم بھی آپ
کے ہمراہ تھے۔

تلاوت و عہد کے بعد صدر محترم نے مختلف

مقابلوں میں اول اور دوم آنے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے۔ تقسیم انعامات کے بعد صدر محترم نے نہایت پُر اثر خطاب فرمایا۔ جس میں آپ نے تربیتی کلاس کے انتظامات پر مسرت کا اظہار فرمایا اور خدام کو ان کی ذمہ داریاں نبھانے کی طرف توجہ دلائی۔
دعا کے بعد یہ ہفت روزہ کلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ اختتامی اجلاس کے بعد صدر محترم مجلس عاملہ کے ممبران سے گفتگو فرماتے رہے اور انہیں مناسب ہدایات دیتے رہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور

تبلیغی جلسہ:-

مورخہ ۹ر جولائی کو مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن کے تحت ایک تبلیغی جلسہ کا اہتمام کیا گیا جس میں محترم عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ اور محترم لئیق احمد صاحب طاہر مہتمم اصلاح و ارشاد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے شرکت فرمائی۔ بارش کی شدت کے باعث اجلاس ایک گھنٹہ تاخیر سے شروع ہوا۔ سب سے پہلے محترم لئیق احمد صاحب طاہر نے "تبلیغ کے متعلق اُمت کی ذمہ داریاں" کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ اس خطاب میں آپ نے بالخصوص نوجوانوں کو اُن کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا اور تبلیغ سے متعلق بعض مسائل اور واقعات بیان کئے۔ بعد ازاں محترم عبدالمالک خان صاحب نے تقریر فرمائی۔ آپ نے اپنی تقریر میں اصحاب رسول کے ایمان افروز واقعات اور اس سلسلہ میں عامۃ المسلمین کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا۔ محترم عبدالمالک خان صاحب کے خطاب کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا جو قلتِ وقت کے باعث تشنۂ تکمیل رہا۔
یہ نشست قریباً دو گھنٹے جاری رہی۔ آخر میں سب حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔ اس اجلاس میں غیر از جماعت احباب نے بھی شرکت کی اور احمدیت کی تعلیمات سے کافی متاثر ہوئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے

مرکزی سالانہ امتحانات

مجلس خدام الاحمدیہ کے مرکزی امتحانات مبتدی، متقدم، مقتصد، سابق، فائق، فائز، انشاء اللہ العزیز ۱۴ر اگست کو منعقد ہوں گے۔ عہدیداران مجالس خدام الاحمدیہ اس طرف فوری توجہ دیں۔
جتنی تعداد میں مختلف امتحانوں کے پرچوں کی ضرورت ہے اس سے فوری اطلاع دیں۔ تاکہ آپ کو مطلوبہ تعداد کے مطابق پرچے بھجوا دیئے جائیں۔

مہتمم تعلیم
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

اطفال الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع

۵-۶-۷ اخاء ۱۳۵۱ ہش / اکتوبر ۱۹۷۲ء بروز جمعرات، جمعہ، ہفتہ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام اطفال احمدیت کا سالانہ اجتماع مورخہ ۵-۶-۷ اخاء ۱۳۵۱ ہش / اکتوبر ۱۹۷۲ء بروز جمعرات، جمعہ، ہفتہ ربوہ میں انعقاد پذیر ہو رہا ہے۔ اس اجتماع میں تمام مجالس کی نمائندگی ضروری ہے۔ احمدی بچوں سے التماس ہے کہ وہ اس عظیم تربیتی اجتماع میں ضرور شامل ہوں۔ جو بچے قبل ازیں اس اجتماع میں شامل ہوتے رہے ہیں وہ اس کے روح پرور اور پُر کیف نظاروں کا اچھی طرح مشاہدہ کر چکے ہیں۔ ایسے بچوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اس اجتماع میں اپنے ہمراہ لانے کی کوشش کریں۔ جملہ ناظمین اطفال کو چاہیئے کہ وہ ابھی سے اس اجتماع میں شامل ہونے کی تیاری شروع کر دیں نیز اطفال کو علمی و ورزشی مقابلوں کیلئے بھی تیار کریں۔

محمد اسلم صابر
مہتمم اطفال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

Regd. No. L 5830

August, 1972

N.A. Press, Rabwah.